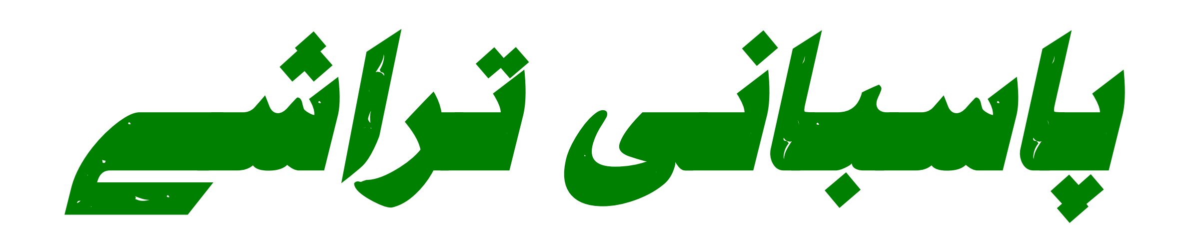
پاسبانی تراشے ماہ نومبر 2020

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام اودھ وہ صبح بنارس کی دلکشی
وہ پاسباں کے حسن کی ادنی غلام ہے
شفیق قاسمی اعظمی



Edit with WPS Office

جمع و ترتیب
مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	ایک سو گیارہ (111)
اشاعت	:	نومبر/2020/
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	7387127358 (+91)

فہرست مضامین

نعت رسول مقبول ﷺ

بقلم :- حافظ عامر اعظمی ،العین

ان کے دربار میں جاؤں.......تو مزہ آجائے
اور پھر نعت سناؤں............ تو مزہ آجائے

خاک طیبہ کو عقیدت سے......بنا لوں سرمہ
اور جب اس کو لگاؤں ....تو مزہ آجائے

شوق کے پر سے اڑوں ...اور مدینہ پہنچوں
جا کے واپس نہ میں.... آوں تو مزہ آجائے

شہر طیبہ مرے جب.. جانے کا سامان بنے
سب سے مل مل کے بتاؤں تو مزہ آجائے

نور ہی نور میں ڈوبا ہے.........مدینہ سارا
نور میں جا کے نہاؤں........تو مزہ آجائے

شدت شوق سے جو...پیاس لگی ہے **عامر**
آب زمزم سے بجھاؤں.......تو مزہ آجائے

حـــــرفے چند

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
دوستو! پیش خدمت ہے پاسبانی تراشے ماہ نومبر 200

پاسبانی تراشے! میں آپ دیکھیں گے معلومات سے بھرپور ادبی سفر نامے، ملک کے موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے رہنمائی کرتے مضامین، سیاسی سماجی مسائل پر دلچسپ تبصرے ، صحت و طب کے متعلق مفید مشورے ،اصلاح معاشرہ پر تازہ بتازہ مضامین آئے دن پیش آنے والے نت نئے مسائل اور ان کا حل، اور بھی بہت کچھ۔۔۔

ہم نے کوشش کی ہے اس رسالے کو خوب سے خوب تر بنانے کی مزید کے لئے آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔۔۔

آپ کی دعاؤں اور مفید مشوروں سے ہمیں حوصلہ ملتا ہے۔۔

العبد مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قائدانہ کردار

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

اس وقت پوری دنیا کرونا جیسی عالمی وبا سے متاثر ہے، اور اس کی وجہ سے جگہ جگہ بحرانی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، گذشتہ دنوں بر اعظم افریقہ کے ملک " *مالی* " کے بارے میں یہ خبر اخبارت میں آئی تھی کہ وہاں اس عالمی وبا کی وجہ سے لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے حکومت نے چوہوں کو مارنے اور انہیں کھانے کی عوام کو اجازت دی ہے، یہ تو ایک ملک کی مثال ہے، اس طرح کے حالات سے بیشتر ممالک کو سامنا ہے، ملکی معیشت تباہ ہو رہی ہے، عوام کی نوکریاں ختم ہو رہی ہیں، بہت سے لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو رہے ہیں، ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے، ذیل میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ماضی میں جب مسلم اقوام اس طرح قدرتی آفات اور مصائب کا شکار ہوئیں تو ان کے حکام کس طرح اپنے فرائض منصبی سے عہدہ بر ہوا کرتے؟ اس سلسلے میں ایک نمایاں مثال دورِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حجاز کو پیش آنے والے بدترین قحط کی ہے جو 18 ہجری میں رونما ہوا۔ (مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے، امام ذھبی، امام سیوطی وغیرہ نے اس کا سن ۱۷ھ بیان کیا ہے، جبکہ ابن سعد، خلیفہ بن خیاط، امام ابن الجوزی، ابن الاثیر، حافظ ابن کثیر وغیرہ نے سن ۱۸ھ لکھا ہے، لیکن دونوں قولوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کسی جگہ خشک سالی کے آثار شروع میں ظاہر ہوگئے تو انہوں نے ۱۷ھ کہا اور

جہاں اس کے آثار بعد میں ظاہر ہوئے تو انہوں نے ۱۸ھ لکھا ہے، یہ خشک سالی تقریبا ۹ ماہ تک رہی) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات بطورِ حکمراں ومنتظم مسلم حکام کے لیے عظیم رہنما اور قائد کی ہے جن کی بارگاہِ نبوت میں خاص تربیت ہوئی تھی۔ ذیل میں اس واقعہ کی ضروری تفصیلات اور اس میں چھپے ہوئے قومی اور عوامی اسباق قارئین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حسب ونسب دنیا کو معلوم ہے۔ (اس سے پہلے بندہ نے اپنے مضمون "**عظمت عمر رضی اللہ عنہ کے تابندہ نقوش**" میں تفصیل سے بیان کیا ہے، (**جو پاسبانی تراشے ماہ اکتوبر 2020 میں شائع ہوا ہے، اعجازیؔ**) خاندانی شرافت اور سفارت کا اعتراف سب عرب کیا کرتے تھے۔ جرات، شجاعت اور بے باکی بے مثل تھی۔ علمیت اس درجے کی تھی کہ تائید میں بار بار وحی اُتری۔ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ فتوحات اور سب سے زیادہ اصلاحات انہی کے حصے میں آئیں۔ اقتدار نے ان کی قدم بوسی کی لیکن اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے کبھی تگ ودو میں ملوث نہیں ہوئے۔ بائیس لاکھ مربع میل ریاست کے بلا شرکتِ غیرے حکمران تھے لیکن غرور وتکبر کا نام ونشان نہ تھا۔

دورِ عمرؓ میں آنے والی خشک سالی

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کے دوران آنے والی خشک سالی کو "رمادۃ" کہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جزیرہ نمائے عرب میں پورے 9/ مہینے تک بارش کے نام سے ایک بوند نہ پڑی۔ ادھر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اوراس کی ساری روئیدگی جل گئی او وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کے رہ گئی۔ جب ہوا چلتی

ساری فضا گرد آلود ہوجاتی۔ اس لیے لوگوں میں اس برس کا نام ہی **" عام الرمادۃ "** یعنی راکھ والا برس پڑ گیا۔ بارش کے نہ ہونے، آندھیوں کے چلنے اور کھیتوں کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہو گئی جس نے انسان اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ فنا ہوگئے اور جو بچ رہے اُنہیں سوکھا لگ گیا۔ یہ قحط پورے حجاز پر پھیلا ہوا تھا،جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ **كَانَ فِي عَامِ الرَّمَادَةِ جَدْبٌ عَمَّ أَرْضَ الْحِجَازِ**، (البداية والنهاية: 7/ 90).

ابن سعد کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ شام وعراق کی سرحدوں اور تہامہ تک پھیلا ہوا تھا، یمن بھی اس کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ مصیبت طویل اور ابتلا شدید ہو گئی۔ قبلہ اول فتح ہو چکا تھا، اور مسلمان ایک نئی عالمی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہے تھے، عین اسی موقع پر دو بڑی مصیبتیں مسلمانوں پر آن پڑی، ایک رمادہ اور دوسرے طاعون عمواس، جس کی شدت کے بارے میں اتنا بتانا ہی کافی ہے بقول امام طبری اس میں ۲۵ ہزار افراد لقمہ اجل بن گئے، جن میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی تھے، لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اس موقع پر جس عظیم الشان صبر واستقلال، ایثار و قربانی، نظم و ضبط اور انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

قحط کی ابتدا میں مدینہ منورہ والوں کی حالت دوسروں سے بہتر تھی جس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں مدنیت کا شعور پیدا ہو چکا تھا اور مدینہ منورہ والوں نے آسودگی کے زمانے میں ضروریاتِ زندگی کا ذخیرہ فراہم کر لیا تھا جو متمدن لوگوں کی عادت ہے۔

چنانچہ قحط کا آغاز ہوا تووہ اس ذخیرے کے سہارے زندگی بسر کرنے لگے لیکن بدویوں کے

پاس کوئی اندوختہ نہ تھا۔ اس لیے وہ شروع ہی میں بھوک کے مرنے لگے اور وہ دوڑ دوڑ کر مدینہ منورہ پہنچے کہ امیر المؤمنین سے فریاد کر کے اپنے اہل وعیال کی زندگی کے لیے روٹی کا ٹکڑا مانگیں۔ ہوتے ہوتے ان پناہ گیروں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ مدینہ منورہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اب مدینہ منورہ والے بھی آزمائش میں پڑ گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ بیماری پھوٹ نکلی اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مریضوں کی عیادت کو جاتے اور جب کوئی مر جاتا تو اس کے لیے کفن بھیجتے۔ ایک مرتبہ تو بیک وقت دس آدمیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔

قحط کی شدت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ بقول امام طبری: "**جعلت الوحش تأوي إلى الإنس**" (تاريخ الطبري: 4/ 98). یعنی "یہاں تک کہ وحشی جانور انسانوں کے پاس آنے لگے (کہ شاید کچھ مل جائے)۔"

اس بحران سے نمٹنے کے لیے امیر المؤمنین نے کیا طریقہ اختیار کیا، کیسے انتظام کیا اور کونسے اقدامات اُٹھائے۔ بعض اقدامات تو خالصۃً انتظامی نوعیت کے تھے اور بعض امیر المؤمنین کے ذاتی کردار سے متعلق تھے لیکن جو چیز ان میں مشترک ہے، وہ امیر المؤمنین کی حیرت انگیز اور عدیم المثال انتظامی صلاحیت، اپنی رعیت کے ساتھ پر خلوص محبت، خیر خواہی اور للّٰہیت تھی۔

بلاشبہ 'رمادۃ' ایک بڑی آزمائش تھی۔ اس کے ظاہری اسباب کو موضوعِ سخن بنانے کی بجائے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیا جائے اور قوم کو بھی اس طرف متوجہ کیا جائے۔ اولیاء اللہ کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کا جائزہ لیتے ہیں کہ کہیں کسی لغزش کے

نتیجے میں تو یہ مصیبت نازل نہیں ہوئی؟

ابن سعد، سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں:

خطب عمر بن الخطّاب الناس عام الرمادة فقال: أيّها النّاس اتّقوا الله في أنفسكم وفيما غاب عن الناس من أمركم. فقد ابتُليت بكم وابتُليتُم بي. فما أدري ألسُّخْطةُ عليّ دونكم أو عليكم دوني؟ أو قد عمّتْني وعمّتكم. فهلمّوا فلندْعُ الله يُصْلِحْ قلوبنا وأن يرحمنا وأن يرفع عنّا المحل. قال فرُئِي عمر يومئذٍ رافعًا يديه يدعو الله. ودعا الناس وبكىٰ وبكى الناس مَليًّا. ثمّ نزل.

(الطبقات الكبرى: 3/ 245).

"رمادۃ کے زمانے میں سیدنا عمر بن خطاب نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگوں اپنے ربّ سے ڈرو، اپنے نفس کے بارے میں اور اپنے ان اعمال کے بارے میں جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔ یقیناً تمہاری وجہ سے میری اور میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہو رہی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی ناراضگی صرف میرے اوپر ہے یا صرف تمہارے اوپر اور یا عمومی طور پر میرے اوپر ہے اور تمہارے اوپر بھی۔ آیئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمائے، ہم پر رحم فرمائے اور ہم سے قحط وخشک سالی کو اُٹھالے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر کو اس روز بارگاہِ الٰہی میں دونوں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دعا مانگتے دیکھا گیا اور لوگوں نے بھی دعا مانگی۔ سیدنا عمر کافی دیر تک خود بھی روئے اور لوگ بھی رو دیے۔ پھر منبر سے اُترے۔"

توجہ الی اللّٰہ

خود احتسابی کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر نے معمول سے بڑھ کر توجہ الیٰ اللّٰہ کا اہتمام فرمایا۔ عبد اللّٰہ بن ساعدہ کہتے ہیں کہ: رأيت عمر إذا صلّى المغرب نادى: "أيها الناس استغفروا ربكم ثم توبوا إليه وسلوه من فضله واستسقوا سقيا رحمة لا سقيا عذاب." فلم يزل كذلك حتى فرج الله ذلك. (الطبقات الكبرى: 3/ 243). " میں نے دیکھا کہ حضرت عمر جب مغرب کی نماز پڑھ لیتے تو لوگوں کو مخاطب کرتے، فرماتے: لوگو اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو، اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ یہی آپ کی عادت رہی حتیٰ کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مصیبت دور فرما دی۔"

حضرت عبد اللّٰہ بن عمر فرماتے ہیں: كان عمر بن الخطاب أحدث في عام الرمادة أمرًا ما كان يفعله ... وإني لأسمعه ليلة في السحر وهو يقول: "اللهم لا تجعل هلاك أمة محمد على يدي" (الطبقات الكبرى: 3/ 237)."حضرت عمر نے 'رمادۃ' کے زمانے میں ایسا طریقہ اپنایا جو وہ اس سے پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر مسجد سے نکل کر اپنے گھر تشریف لاتے اور مسلسل نماز پڑھتے۔ پھر رات کے آخری پہر نکلتے، گلیوں کا چکر لگاتے۔ میں نے بارہا رات کو سحر کے وقت اُن کو کہتے ہوئے سنا: الٰہی! امتِ محمد کو میرے ہاتھوں ہلاک نہ ہونے دے۔"

شبینہ گشت

حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ کی عادتوں میں سے ایک عادت یہ تھی کہ رعیت کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے رات کے وقت خود چل کر جائزہ لیا کرتے تھے

اور جس کسی کو امداد کا مستحق خیال کرتے، رات کی تاریکی میں ہی ضرور مدد فراہم کر دیتے۔ یہ عادت رمادہ کے زمانے میں بھی جاری رہی؛ بلکہ رمادہ کے زمانے میں وہ معاشرتی تبدیلیوں پر بھی نظر رکھ رہے تھے اور ان کا تجزیہ بھی کیا کرتے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ رمادہ کے سال اُنھوں نے رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کیا تو کسی کو ہنستے نہیں پایا، نہ ہی لوگوں کو اپنے گھروں میں حسبِ عادت گفتگو کرتے سنا اور نہ کسی مانگنے والے کو مانگتے دیکھا۔ یہ صورت حال چونکہ خلافِ معمول تھی اس لیے اُنھوں نے فوراً محسوس کیا، چنانچہ اس کے سبب کے بارے میں دریافت کیا۔ اُنہیں بتایا گیا کہ اے امیر المؤمنین! سوال کرنے والے سوال کرتے رہے لیکن اُنہیں کچھ نہیں دیا گیا، اس لیے اُنھوں نے مانگنا اور سوال کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ لوگ پریشانی اور تنگ دستی کا شکار ہیں، اس لیے نہ توحسبِ معمول گپ شپ لگاتے ہیں اور نہ ہی ہنستے ہنساتے ہیں۔ ایسے حالات میں آپ صرف سرکاری رپورٹوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ رات کے اندھیرے میں خود جا کر حالات معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

مدینہ میں ریاستی دسترخوان

مدینہ منورہ میں جو لوگ پہلے سے رہائش پذیر تھے اور جو پناہ گزیں بن کے آئے، ان میں مرد وخواتین بوڑھے اور بچے کمزور بیمار ہر قسم اور ہر عمر کے افراد موجود تھے۔ ہر ایک کے پاس نہ تو پکانے کا سامان تھا، نہ ہی ہر شخص پکانے کے قابل تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں بیت المال کی طرف سے خلافتی دسترخوان کی روایت قائم کی۔ آواز لگانے والا لوگوں کو بلاتا کہ "*من أحب أن يحضر طعامًا

فيأكل فليفعل ومن أحبّ أن يأخذ ما يكفيه وأهله فليأت فليأخذه*".

(الطبقات الکبری: 3/ 236).

"جو شخص چاہے کہ حاضر ہو کر کھانے میں شریک ہو تو آ جائے اور جو کوئی چاہتا ہو کہ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ساتھ لے جائے تو وہ ساتھ لے جائے۔"

پھر جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب امدادی سامان بھیجا تو دسترخوان خلافت پر ہر روز بیس اونٹ ذبح ہوتے۔

ایک مرتبہ جب لوگ عشاء کا کھانا کھا چکے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہمارے دسترخوان پر کھانا کھایا، اُنہیں شمار کیا جائے۔ اگلے دن گنتی کی گئی تو وہ سات ہزار پائے گئے۔ پھر اُنہوں نے حکم دیا کہ جو لوگ حاضر نہیں ہو سکتے مثلاً خواتین مریض اور بچے وغیرہ ان کی گنتی کی جائے، گنتی ہوئی تو وہ چالیس ہزار نکلے، کچھ دن گزرے تو لوگوں کی تعداد بڑھ گئی اُنہوں نے پھر گنتی کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا کہ خود حاضر ہو کر کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار اور دوسروں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ بارش ہونے تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ اتنی بڑی تعداد کو کھانا کھلانا وسائل کے اعتبار سے تو خیر مشکل ہی ہے۔ البتہ انتظامی لحاظ سے بھی بڑا مشکل کام ہے کہ پچاس ہزار اَفراد کو مسلسل نو ماہ تک صبح شام پکا پکایا کھانا ایک محدود علاقے کے اندر فراہم ہوتا رہے۔

نمازِ استسقاء اور بارانِ رحمت کا نزول

رزم ہو یا بزم، بھوک ہو یا بیماری، ہر حالت میں باب رحمت کی کشادگی کے لیے مسلمانوں کی نظریں نبی کریم ﷺ کی طرف ہی اٹھتی تھیں، استشفاء اور استسقاء کے لیے مسلمانوں

نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں التجا کی۔ بلکہ عہدِ نبوی میں جب ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی تو کفار نے بھی بارگاہِ نبوت میں دعا کے لیے درخواست کی۔

رمادہ کا دورِ ابتلا نو مہینے جاری رہا۔ مسلمانوں نے صابر ہونے کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ بقول حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ گھروں تک پہنچنے سے بھی پہلے ایسی بارش ہوئی کہ وادیاں بہہ نکلیں۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾﴾ [سورۃ الشوریٰ: 28]"وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارانِ رحمت برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ وہی کارساز اور قابل ستائش ہے۔"

نو ماہ کے ابتلا و آزمائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور صلوٰۃ استسقا کی طرف مسلمانوں کی توجہ دلائی گئی، یہ سب کچھ خواب کے ذریعے ہوا۔ البتہ واقعات مختلف ہیں، مؤرخین نے اس سلسلے میں خواب کے دو واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

قارئین کرام! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست کو دیکھیں جو اس قحط کے زمانے میں جس سے اُنہیں اور ان کی قوم کو سابقہ پڑا، ان کی خدمات سے ظاہر ہوئی ہے۔ اس سے ہماری مراد استعجاب واحترام کے ان جذبات کا احترام نہیں ہے جو ان خدمات کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دل میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ ہم ان خدمات کے آئینے میں حکومت کی اس تصویر کو اجمالی خطوط دیکھنا چاہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اس مسلم حکمران کے ذہن میں مرتسم تھی۔ جسے اللہ جل جلالہ کی حکمتِ بالغہ نے اس مقصد کے لیے مخصوص فرمایا تھا کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظام حکومت کو تفصیلی

رنگ دینے کا آغاز کرے۔ ان خدمات واعمال میں جو چیز سب سے زیادہ نظر کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذمہ داریاں قبول کرنا اور اپنی جان کو موردِ ستم بنانا ہے۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے روگرداں ہونے کے لیے اپنے اوپر یہ بوجھ نہیں لادا تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ وہ اس لیے کرتے تھے کہ ان کا شعور غریبوں، کمزوروں اور محتاجوں کے شعور سے ہم آہنگ ہو جائے۔ فرماتے:
"جب تک میں خود لوگوں کی مصیبت میں شریک نہ ہوں گا مجھے ان کی تکلیف کا کیسے اندازہ ہو گا؟ "

اس لیے وہ اپنے آپ کو ان محتاجوں کی سطح پر لے آئے تھے جنہیں زندگی برقرار رکھنے کے لیے صرف انہی کا دستر خوان میسر آتا تھا جس پر وہ دوسرے ہزاروں بھوکوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھانے پر رضا مند نہ ہوتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے لیے ایسی چیز پسند کرتے ہیں جو ان کی قوم کے فاقہ زدوں کو میسر نہیں۔ اپنے اس عمل سے ان کے دو اہم مقصد تھے: ایک تو یہ کہ انہیں لوگوں کے دکھ درد کا احساس ہو جائے تاکہ وہ ان سے ہمدردی اور ان کی تکلیفیں دور کرنے کے سلسلے میں سعی و عمل کی رفتار تیز کر دیں اور دوسرا یہ کہ عوام کو اطمینان حاصل ہو جائے کہ امیر المؤمنین مصائب وشدائد میں ہمارے برابر کے شریک ہیں، اور ان کے جذبات مشتعل نہ ہوں بلکہ وہ ہر تکلیف واذیت پر راضی بہ رضا رہیں کہ خلافت کا سب سے بڑا آدمی اس ابتلا میں ان کا ساتھ دے رہا ہے اور ان دونوں مقاصد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے کامیاب رہے کہ کسی قوم کا کوئی فرمانروا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

یہ ہے اسلام کی عظمت کہ چودہ سو برس قبل بھی خلافت راشدہ نے ایسی شاندار روایات قائم کیں کہ آج تک دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ خدا خوفی اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ مسلم حکمران اپنی رعایا کی فلاح کا بھرپور خیال رکھا کرتے۔ آج بھی ملتِ اسلامیہ کا اصل مسئلہ مال ودولت، قدرتی وسائل اور سائنس وٹیکنالوجی سے بڑھ کر، اپنی رعایا کی فلاح کی فکر، احساسِ ذمہ داری، خدا خوفی، للّٰہیت اور دیانت وامانت ہے، اور اس کے لیے مغرب کی طرف دیکھنے کی بجائے ، اپنی تاریخ سے سنہری مثالیں نکال کر اُنہیں اپنانا ہوگا۔ اور جب بھی مسلمانوں کا کوئی طبقہ، ان اوصاف کا خوگر ہو جائے گا، چاہے وہ سیاسی قیادت ہو یا دینی قیادت، ملتِ اسلامیہ کا زوال پلٹ جائے گا۔ آج کا دور ایسے ہی ذمہ دار اور خدا ترس مسلم قیادت کی راہ تک رہا ہے۔

عبیداللہ شمیم قاسمی
15/9/2020

بہت دفعہ اندازے غلط ثابت ہوتے ہیں

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی

ہم کسی واقعہ، کسی بات اور کسی حادثہ کے بارے میں ایک رائے قائم کرتے ہیں اور رائے قائم کرنے میں ہم غلطی پر ہوتے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہم سمجھتے ہیں وہی صحیح ہے، اس غلطی کی وجہ سے غلطی پر غلطی ہوتی چلی جاتی ہے، کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہمارا اندازہ صحیح ہی ہو۔

بچے تو بچے ہی ہوتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی کھلونا زمین پر پڑا ہو تو کسی بچے کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی مگر کسی ایک نے اگر اسے اٹھا لیا تو سب اسی کھلونے کو مانگیں گے اور امی کے ہاتھوں پٹیں گے بھی، میرا اندازہ یہی ہے کہ ایسا گھروں میں ہوتا ہے، ہوسکتا ہے میرا اندازہ صحیح نہ ہو۔

ایک دن کی بات ہے میں چھوٹے بچوں کے درجے (ابتدائیہ) میں پڑھانے کے لئے داخل ہوا، بچوں کے کلاس میں جب تک استاذ نہیں ہوتے تو انہیں نہ پیاس لگتی ہے اور نہ پیشاب پاخانہ، استاد کے آتے ہی کسی کو پیشاب کی حاجت ہوتی ہے، کسی کو پانی کی، میرے ساتھ بھی وہی ہوا جو ہوتا آیا ہے، پیشاب کے لئے چھٹی مانگنے والوں کی لائن لگ گئی، ایک، دو، تین، چار اور پانچ کو چھٹی دے دی گئی، ایک اور بچی کھڑی ہوئی اسے ڈانٹ کر بیٹھا دیا ,,بیٹھو! سب کو ایک طرف سے پیشاب لگ گئی؟،، تھوڑی دیر بعد میری نظر اس بچی پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے اور کلاس میں ہی۔۔۔۔۔۔، پیشاب کے

لئے ایک، دو، تین، چار اور پانچ بچوں کے بعد چھٹی کے چھٹی مانگنے سے میں نے ایک اندازہ لگایا جو غلط ثابت ہوا، آج بھی جب وہ منظر یاد آتا ہے تو اپنے اس غلط اندازے پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

اس واقعے سے شاید میرے بارے میں آپ کو یہ گمان ہو، شاید آپ یہ اندازہ لگائیں کہ بچوں کے ساتھ میرا رویہ ٹھیک نہیں ہے، آپ کو حق ہے لیکن ایسا گمان کرنے سے پہلے برائے مہربانی چھوٹے بچوں کو کچھ دنوں تک پڑھا ضرور لیجئے گا، چلتے چلتے ایک بار اور یاد دلاتا چلوں کہ,, اندازوں کا کیا ہے؟ اندازے زیادہ تر غلط ثابت ہوتے ہیں،، اور ہاں اپنے ذہن و دماغ پر زور دیجئے! ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک یا کئی ایک واقعہ آپ کے ساتھ بھی پیش آیا ہو، کونسا واقعہ؟ ارے وہی غلط اندازے کا، آپ نے کسی چیز کو صحیح سمجھا اور وہ صحیح نہ رہی اور کسی کو غلط سمجھا وہی صحیح نکلا۔

"النخیل" کے روح پرور نخلستان میں

بقلم:- مفتی محمد اجمل قاسمی، استاد تفسیر وادب مدرسہ شاہی، مرادآباد

مضمون سے پہلے

تبصرہ نگار ہمارے فاضل دوست مفتی محمد اجمل صاحب ہیں، جو مدرسہ شاہی مرادآباد میں استاذ ہیں اور وہاں سے نکلنے والے عربی مجلہ الثقافۃ الاسلامیۃ کے مدیر بھی! عربی و اردو دونوں زبانوں پر یکساں قدرت رکھنے والے، مضمون خود بتادے گا کہ زبان واسلوب کا کیا معیار ہے،

مطالعہ نمبر پر لکھے گئے تبصروں میں اب تک کا سب سے جامع تبصرہ ہے،جس سے اس نمبر کے بہت سے گوشے سامنے آگئے گو کہ خود تبصرہ نگار کے نزدیک یہ مکمل تبصرہ نہیں ہے، لیکن میری نظر میں اب تک کسی نے اس قدر مفصل اور فاضلانہ تبصرہ نہیں کیا ہے،اس کو پڑھ کر میرا احساس یہ ہے کہ اب اس پر اضافہ کرنے والے یا تو نہیں ہوں گے یا بہت کم ہوں گے۔۔۔۔ (**ضیاءالحق خیرآبادی**)

اس حسین نخلستان کو آپ کسی خطۂ ارضی پر تلاش نہ کریں، اس میں نہ سروں پر سبز تاج سجائے قطار در قطار کھجور کے درخت ہیں، نہ خزاں سے بے خبر اس کی ہری بھری شاخیں، نہ منہ کھولے ہوئے گچھے، نہ زرد اور سرخ کھجوروں سے لدھے ہوئے بوجھل خوشے، مگر یہ سب کچھ نہ ہوتے ہوئے اس میں سب کچھ ہے اور مزید بھی بہت کچھ، یہ استعارے اور مجاز کا نخلستان ہے، جو کسی پُرفضا اورزرخیز زمین پر نہیں، بلکہ صفحات کے درمیان واقع ہے، باغوں کی سیر میں اگر آپ قدم کو تھکا کر نگاہ کو لذت دید سے آشنا کرتے ہیں، تو آیئے اس البیلے باغ میں نگاہ کو تھکایئے اور فکروخیال کو لطف ولذت سے ہم کنار کیجئے، یہ نخلستان کہیں اور نہیں کراچی سے شائع ہونے والے ماہنامہ "النخیل" کے خصوصی شمارے "مطالعہ

نمبر"کے اوراق میں پھیلاہوا ہے جو"یادگارزمانہ شخصیات کا احوال مطالعہ "کے نام سے موسوم ہے، اس شمارے میں دید وشنید کے لیے اتنے کثیر،اتنے متنوع اوراتنے دلچسپ مناظر ہیں کہ فارسی کا یہ زبان زد خلائق شعر بے اختیار زبان پر آتا ہے:

دامان نگہ تنگ گل حسن توبسیار : گل چین بہارتوزداماں گلہ دارد

تعارف:

" النخیل "معروف صاحب قلم عالم وادیب ومؤلف مولانا ابن الحسن عباسی کے زیرادارت کراچی شائع ہونے والا ایک نووارد رسالہ ہے، **"یادگارزمانہ شخصیات کا احوال مطالعہ"** سے موسوم زیربحث مطالعہ نمبر(اشاعت:محرم الحرام 1442ھ۔ستمبر 2020ء) اس کا ایک خصوصی شمارہ ہے، جس کی ضخامت 832 صفحات کو پہنچ گئی ہے۔ معیاری طباعت، عمدہ کاغذاور نفیس سرورق کی وجہ سے ظاہر ایسا دیدہ زیب ہے کہ ہاتھ بے اختیار اس کی طرف بڑھتاہے،اور دلچسپ مشمولات کی وجہ سے باطن ایسا جمیل کہ دامن دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ تاریخی شمارہ درحقیقت علم وآگہی ،زبان وبیان، ادب وصحافت،تصنیف وتالیف، بحث وتحقیق ، فقہ وفتاوی اوردرس وتدریس کے الگ الگ میدانوں سے تعلق رکھنے والی معروف شخصیات کے مطالعے کی روداد سے عبارت ہے جومدیر النخیل کے چند ایسے سوالات کے جواب میں معرض وجود میں آئی ہےجن میں اہل قلم سے ان کے ذوق مطالعہ کے آغاز ، اس کی نشوونما،اس کے محرک، اس باب میں رہنمائی اورذوق مطالعہ کومہمیز کرنے والے محسنین،مطالعہ کے مختلف ادوار، پسندیدہ کتابیں اور رسائل، پسندیدہ موضوعات و مصنفین، اور مطالعہ کی رفتار و اوقات کے بارے میں معلومات حاصل کی گئی ہیں، نیز نووارد لکھاریوں کے لیے ہدایات اور مشورے بھی چاہے گئے ہیں ۔

اہل علم سے ان سوالات کے جواب تحریر کرانے کا مقصد نسل نو میں مطالعہ کا ذوق وشوق پیدا کرنا، اوراس باب میں ان کے لیے مفید رہنمائی حاصل کرنا ہے؛ تاکہ راستے کی ٹھوکروں، سفر کے خطرات اور فضول صحرانوردی سے بچا کر مختصر وقت میں انہیں منزل تک پہنچایا جاسکے۔

اس خصوصی شمارے میں کل 91 شخصیات نے قلمی شرکت کی ہے، جن میں 88 شخصیات وہ ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں میں مذکورہ بالا سوالات کا جواب پیش کیاہے، ان قابل قدر شخصیات میں (1) کا تعلق سعودیہ عربیہ سے ہے،(1)کا عراق سے، (2) کا ایران سے۔(20) پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ (64)ہندستان سے ۔ ناچیز نے پچاس سے زائد اہل قلم کے جواب پڑھے ہیں، جو مختصر بھی ہیں اورطویل بھی ، سب سے مختصرجواب پروفیسر جناب محسن عثمانی کا نظر آیا جو مکمل ایک صفحہ بھی نہیں ہے ، جب کہ سب سے مفصل اور طویل جواب محترم مفتی محمد زید مظاہری زیدمجدہم کا ہے جو تقریبا (65) صفحات میں پھیلا ہوا ہے، دو اہل علم کے علاوہ جن کا تعلق عرب سے ہے سبھی اہل قلم میری دانست کے مطابق دارالعلوم دیوبند ، ندوۃالعلماء لکھنو اور جماعت اسلامی کے حلقوں سے تعلق رکھتے ہیں، مضامین کی تقدیم وتاخیر اہل قلم کے لیے حساس اورمرتبین کے لیے ایک نہایت مشکل مسئلہ ہوتاہے، مضمون نگاروں کے سن ولادت کے اعتبار سے مضامین کوترتیب دے اس مشکل پرخوش اسلوبی سے قابوپایا گیا ہے۔

نمایاں خصوصیت و بنیادی امتیاز:

مطالعہ نمبرکی سب اہم اوربنیادی خصوصیت اس کا تنوع ہے، الگ الگ میدانوں میں تابندگی بکھیرنے والے تاروں کے اجتماع سے ایک خوشنما کہکشاں وجود میں آگئی ہے،

مختلف الوان کی یکجائی قوسِ قزح کا دل نواز حسن چرُا لائی ہے، رنگارنگ پیرہن میں ملبوس پھولوں نے اس علمی گلدستے کی دلکشی وزیبائی میں چار چاند لگائے ہیں۔ ذوق ومزاج اور رنگ وبو کے اس تنوع سے قاری کی طبیعت سیر نہیں ہوتی،ایک ذائقہ چکھنے کے بعد دوسرے میں منہ مارنے کے لیے طبیعت مچلتی رہتی ہے، کہیں کسی دلچسپ واقعہ پر ہنسی پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے،توکہیں کسی موثر داستان کو پڑھ دیدۂ عبرت وا ہوجاتی ہے، کہیں کسی کے علمی کمال اورذوق مطالعہ کو دیکھ کر اپنی بےمایگی اور کاہلی پر دل خون کے آنسو روتا ہے، توکسی کوشہید جستجو دیکھ کر اپنے شوق کو بھی پر لگ جاتے ہیں، کہیں دوسرے کے تجربات سے ہم سیکھتے ہیں، تو کہیں اس کی ٹھوکریں ہمارے سمت اور رخ کو درست کرنے میں معاون بنتی ہیں، کہیں اپنے خیالات کی تصدیق ہوتی ہے تو کہیں تصحیح، کہیں پند ونصیحت کے بکھرے موتی ہیں تو کہیں مفید اور چشم کشا مشورے، غرض قاری کا گذر ایک گنج گراں مایہ سے ہوتاہے، وہ ہرطرف نگاہیں دوڑاتا ہے،مطلب کی چیزوں کو چن چن کراپنی زنبیل میں بھرتا ہے،اور عارف شیرازی کی زبان سے کہتاہے :

تمتع زہر گوشۂ یافتم

زہر خرمنے خوشۂ یافتم

اس مجموعہ میں جہاں عربی زبان ادب اورمختلف عربی واسلامی علوم وفنون سے دلچسپی رکھنے والوں کے سیکھنے اورمستفید ہونے کے وسیع تر امکانات ہیں، وہیں اردو زبان وادب میں رہنمائی چاہنے والوں کے لیے بھی اس کے دامن میں بہت کچھ ہے، مبتدی ، متوسط ، منتہی طلبہ اور فارغ التحصیل علماء سبھی کے حسب حال مضامین شامل اشاعت ہیں، اسی تنوع اور عمومیت کی وجہ سے ہی اس کی افادیت کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔

کچھ مشاہدات وتاثرات:

مطالعہ نمبر کا پہلا مضمون رسالہ کے معاون مدیر جناب بشارت نواز کا ہے جو مطالعہ کے موضوع پر ترتیب دی جانے والی کتابوں اور رسائل کے تعارف پر ایک وقیع تحقیقی مقالہ ہے، دوسرا مضمون مولانا عبد المتین منیری زید مجدہم کا ہے جو دیباچہ کی حیثیت رکھتا ہے اس مفصل وقیع اور قیمتی مقالہ نے مطالعہ نمبر کے رخ زیبا پر غازۂ جمال کا کام کیا ہے، مطالعہ کے اغراض ومقاصد ، طریقۂ کار، مطالعہ کی غلطیاں ، یادداشت کے اصول ، ڈیجیٹل لائبریریوں کا تعارف، ان کے فوائد ، ان کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات اوردیگر متعلقہ باتوں پر بڑے عمدہ طریقہ سے روشنی ڈالی گئی ہے، اسکرین پر مطالعہ کے سلسلے میں ان کی یہ بات کتنی مبنی بر حقیقت ہے:

"پی ڈی ایف کتابوں کا مطالعہ یادداشت اورحافظے کے مطلوبہ تقاضوں کوپورا نہیں کرتا ... بہتوں کی آنکھیں اورصحت داؤں پر لگی ہوئی ہے ... ذہنی اور نظری ارتکاز کے ساتھ عام طورپر پی ڈی ایف کتابوں کو پڑھنا ممکن نہیں"(ص:58)۔

مطالعہ نمبر کے بہت سے مضامین اچھے لگے ؛ مگر کچھ مضامین نے بطور خاص اپنی طرف متوجہ کیا جن سرفہرست مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی زید مجدہم کا نہایت معلوماتی، مفصل، مرتب اورجامع مضمون ہے، جوان کی ہمہ گیر علمی اور موسوعی شخصیت کا آئینہ دارہے، اردو زبان وادب اور مختلف اسلامی علوم وفنون کی اہم کتابوں اور مصنفین پر اس خوبی اور عالمانہ بصیرت کے ساتھ تبصرہ کیا گیاہے ، کہ ان کا بہترین تعارف اورعلمی قدر و قیمت نکھر کر سامنے آگئی ہے، جس سے طالب علم کے لیے انتخاب کی راہ آسانی ہوتی ہے، مضمون ہر علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے بے حد مفید اور قابل مطالعہ ہے، مولانا کے

فاضلانہ تبصروں کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

"ان (مولانا دریابادی)کی کتابوں میں " آپ بیتی" سب سے عبرت آموز،" سچی باتیں " سب سے موثر، " ذکر رسول "سب سے دل آویز،انشائے ماجدی زبان وادب کا شاہ کار، اور "تفسیرالقرآن" سب سے مفید ہے... " اکبر میری نظر میں" اکبر کو سچا خراج عقیدت اور ان کے شاعرانہ کردار کا بہترین تعارف، "معاصرین"... شخصیات کا تعارف اور ان کے کمالات کے اعتراف کا ایک نمونہ،"وفیات ماجدی" نثری مرثیوں کی ایک مثال ہے۔"
(ص641)

مفتی زید مظاہر ی زید مجدہم کا مضمون بھی بڑا وقیع اور معلوماتی ہے، اسے مطالعہ نمبر کے سب سے طویل مضمون کا اعزاز بھی حاصل ہے، زبان مولانا کی عام تحریروں کی بنسبت زیادہ شستہ اوررواں ہے،آپ نے ذوق مطالعہ کی نشوونما کوتین مراحل، اور روداد مطالعہ کو دس ادوار پر تقسیم کیا ہے، آپ تمام مقالہ نگاروں میں فرد فرید ہیں جنھوں الگ الگ موضوع کے اعتبار سے مطالعہ کے ادوار طے کیے، اور پھر اس خوبی عمدگی اور تفصیل سے گفتگو کی کہ ہر موضوع کی اہم کتابوں کے ساتھ معتبر مصنفین اورموضوع کے بعض بنیادی مسائل پر بڑی اچھی بحث سامنے آگئی ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف مولانا کا اہم موضوع ہے ، قدرتی طور اس سلسلے میں اہم اور مفید باتیں خاصی تفصیل سے سامنے آگئی ہیں،"چند اہم شخصیات اورپسندیدہ مصنفین" کے عنوان کے تحت نمبر چار پر مولانا سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ کو زیر گفتگو لائے ہیں، ان سے استفادہ کی روداد لکھی ہے ساتھ ہی اپنے استاد مولانا محمد عارف صاحب سنبھلیؒ کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کی چار بنیادی غلطیوں کو نقل کیا ہے جن سے مولانا سنبھلی کے بقول خود مولانا مودودیؒ کی

تحریک اورامت کونقصان پہنچاہے، ان چاروں بنیادی غلطیوں سے واقفیت ان لوگوں کے لیے بہت اہم ہے جو مولانا مودودیؒ سے عام علماء امت کے اختلاف کے بنیادی اسباب کوجاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں(ملاحظہ ہو ص:420) مطالعہ کے نویں دور میں تبلیغی جماعت کی تینوں اہم کتابوں حیاۃ الصحابہ، فضائل اعمال اورمنتخب احادیث پر عمدہ گفتگو کی ہے، ان کی خوبیوں کے ساتھ کمزورپہلوؤں کی بھی نشان دہی کی ہے،اور اس ضمن میں تبلیغی جماعت کے غلو اور علماء بیزاری کے اسباب پر بڑی خوبی کے ساتھ انگلی رکھ دی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص:447)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی کتابوں نے ہمیں ان کو محدث وفقیہ اورعلوم اسلامی کے ماہر کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے، لیکن مولانا کے مضمون سے یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ کلاسیکل عربی ادب ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا خاص موضوع رہاہے، یہ آپ کی علمی شخصیت کا نیا پہلو ہے جو ہمارے سامنے آیا، اس حوالے سے مولانا کی روداد مطالعہ میں عربی ادب کے طالب علم کے لیے بعض مفید باتیں آگئی ہیں ،اس مضمون نے مولانا کی تحریروں میں پائے جانے والے اس سحر کے راز سے بھی پردہ اٹھایا ہے، جو طبقۂ علماء میں آپ کا امتیاز ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ،حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا شبلی نعمانیؒ وغیرہ کی کتابوں سے مضامین سے زیادہ ادب وانشاءاور علمی باتوں کوعام فہم اور ادبی انداز میں بیان کرنے کا طریقہ خاص طورپر دیکھا کرتا تھا.... میں نے نسیم حجازی مرحوم کے تمام ناول بھی اس لیے پڑھے کہ اگر عربی ادب سیکھنے کے لیے مقامات، متنبی اورسبعہ معلقہ پڑھے جاسکتے ہیں تو اردو ادب ... کے لیے نسیم حجازی کے ناول ان سے

بدرجہا غنیمت ہیں... اسی حوالے سے میں نے مولانا سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ تعالی کی متعدد کتابیں ذوق وشوق سے پڑھیں تھیں" (ص: 123)۔

اردو ادب بالخصوص ناول کے سلسلے میں مولانا عثمانی کا جو طرز عمل بیان ہوا وہ فضلاء مدارس کے لیے اہم ہے، مولانا عثمانی نے سید ابوالاعلی مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں ان کے اسلوب نگارش اور تحریروں پر چند سطروں میں نہایت وقیع اور فاضلانہ تبصرہ کیا ہے جو اہل علم کے کمالات کے اعتراف کے ساتھ ان کی لغزشوں پر تنقید صالح کا بہترین نمونہ ہے، یہ مولانا مرحوم کے بارے میں ایسا متوازن اور معتدل موقف ہے جو افراط و تفریط کی آلائشوں سے پاک ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا اکرم ندوی، ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی اور مولانا بدرالحسن قاسمی کے مضامین نے بھی الگ الگ پہلوؤں سے بطورخاص مستفید کیا، آخر الذکر کی خود اعتمادی اورجرأت اظہار نے تو بہت متاثر کیا، دارالعلوم دیوبند میں تقرری کے لیے ان کے انٹرویو کی داستان نہایت دلچسپ ہونے کے ساتھ ان کی بڑھی ہوئی خود اعتمادی اورجرأت اظہار کا البیلا نمونہ ہے(ملاحظہ ہوص:293)۔ مطالعہ کے باب میں مولانا کے شوق جنوں اور نوعمری ہی میں ان کی علمی گیرائی اورگہرائی نے ایک طرح سے مرعوب کردیا، مفتی محمد سلمان منصور پوری زیدمجدہم کے مضمون میں فقہ و فتاوی کے طالب علم کے لئے بعض مفید باتیں آگئی ہیں۔

مشہور اسکالر اور مبلغ ختم نبوت محمد متین خالد زیدمجدہم کا مضمون معلوماتی اور دلچسپ ہے، قادیانیت کے رد میں کام کرنے والوں کے لیے بالخصوص قابل مطالعہ ہے، اس باب میں ان کی خدمات اورتجربات دونوں ہی اہم ہیں، کتابوں سے لگاؤ اور ان کے جمع کرنے

کاشوق ایسا ہے کہ اس علمی بدمذاقی کے دور میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے،اس سلسلے کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو:

"میرے کتابیں جمع کرنے کے شوق کا اندازہ اس سے لگائیے کہ.... میری شادی ہوئی تو مجھے سلامی میں نقد رقم بہت کم ملی اور زیادہ تر کتابیں ہی ملیں، کیوں کہ میرے دوستوں کو معلوم تھا کہ اسے کتابوں کا بے حد شوق ہے....شب زفاف کو سارے گفٹ میرے کمرے میں پہنچادیے گئے ... جب اپنے تحفے جو خوبصورت پیکٹوں میں بند تھے کھولنا شروع کئے توہر طرف کتابیں ہی کتابیں نکلنے لگیں، میری اہلیہ پوچھنے لگیں کہ یہ کیاہے۔ میں نے انہیں مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ آپ کی سوکنیں ہیں۔ ان کو بھی میں نے بہت وقت دینا ہے"(ص: 360)۔

شہید جستجو مولانا نورالحسن کاندھلوی زید مجدہم بحث و تحقیق کے میدان میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، ہم ان کے مضمون کی طرف تیزی سے لپکے، مگر جیسی توقع تھی ویسا استفادہ نہ کرسکے، مضمون شروع کرتے ہوئے مولانا کسر نفسی اور تواضع کی کیفیت سے ایسے مغلوب ہوئے کہ آخر تک اس سے باہر نہ آسکے، نتیجتاً تحریر میں وہ بات پیدا نہ ہوسکی جو ہونی چاہیے تھی۔

جونیر فضلاء میں مولانا ضیاء الحق خیر آبادی کے مطالعہ کے بالکل شروعاتی دور نے اپنی طرف متوجہ کیا، نیم شعوری کے دور میں ہی مولانا کے مطالعہ کا ذوق وشوق ،اور مختلف کتابوں، رسائل، جرائد، اخبارات، ناول، افسانوں سے واقفیت حیرت انگیز ہے۔ نئے فضلاء میں مفتی محمد جاوید بالوی کا دور طالب علمی ، پابندیٔ اسباق اور حفظ اوقات کا غیر معمولی اہتمام طلبہ کے لیے نمونہ ہے، مولانا بالوی ابتدائی درسی کتابوں کے کامیاب شارح ہیں،

ان کے ہمہ وقتی علمی اشتغال اور ذوق وشوق کو دیکھ کر آرزو ہوئی کاش مولانا درسیات سے آگے بڑھ کر اہم علمی واسلامی موضوعات کو بھی اپنی دلچسپیوں کا حصہ بناتے۔

مطالعہ کیسے ؟کسی رہنمائی میں یا اپنے ذوق سے:

مندرجہ بالا عنوان ان سوالات کا حصہ ہے جن کا جواب اہل قلم سے چاہا گیا ہے، مجھے ان سوالوں کے جواب کے بارے میں تجسس رہا، اکثر اہل قلم نے اپنے اپنے انداز میں ان کے جواب سپرد قلم کیے ہیں، کسی نے مختصر کسی نے طویل ، کسی نے جدا گانہ اور کسی نے اپنی روداد مطالعہ کے ضمن میں، اور بڑی کار آمد چیزیں پیش کی ہیں، عنوان کے جزو اول سے متعلق مجھے مولانا جلال الدین عمری زیدمجدہم کی یہ بات اچھی لگی کہ " **ایک ترتیب سے موضوعات کے تحت مطالعہ کرنا چاہیے اورحاصل مطالعہ ضرورلکھنا چاہیے**"، مولانا کی یہ بات ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی نے اپنے مضمون میں نقل کی ہے،(ملاحظہ ہوص: 397)۔ مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی کا یہ مشورہ بھی اچھا لگا کہ "**مطالعہ کا ایک موضوع منتخب کرکے جہاں تک ہوسکے اس کی تہہ تک جائے"(ص:100)۔**

تقریباً سبھی اصحاب قلم نے اپنے ذوق سے مطالعہ کرنے کے بجائے کسی شخصیت کی رہنمائی میں مطالعہ کا مشورہ ہے، مولانا سید رابع حسنی دامت برکاتہم لکھتے ہیں: "**مطالعہ کے لیے کسی کو رہبر ضرور چننا چاہیے ورنہ بعد میں کمزوری اور کمی کا علمی اور دینی دونوں لحاظ سے بہت احساس ہوتاہے**" (ص:86)۔ مولاناخلیل الرحمن سجاد نعمانی زیدمجدہم کی رائے ہے کہ اپنے مرضی سے مطالعہ کرنے میں آدمی ذہنی انتشار میں مبتلا ہوجاتا ہے،جب تک علم اور عقل میں پختگی نہ آجائے اپنی مرضی سے مطالعہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے ، اوراس ضمن میں اپنا ایک دلچسپ واقعہ بھی تحریر کیا ہے(ملاحظہ ہوص:273)۔ مولانا خالد سیف

اللہ رحمانی زید مجدہم لکھتے ہیں: **"تاہم ابتدائی مرحلہ میں کسی صاحب علم سے مشورہ ضرور ہی کرنا چاہیے.... عقل وشعور کی منزل پر پہنچنے کے بعد بھی مطالعہ کے باب میں کسی رہنما پر مکمل انحصار سے انسان کا مطالعہ یک طرفہ ہوجاتا ہے،اورانسان مطالعہ میں وسعت وتنوع سے محروم رہتاہے" (ص:320)۔** مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی زید مجدہم مولانا علی میاں صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں: **"مطالعہ دودھاری تلوار ہے اگر ہاتھ لگنے والی ہرچیز کا مطالعہ کیاجائے توبجائے فائدے کے نقصان ہوتاہے، مولانا دریابادی نے آپ بیتی میں بھی یہ بات لکھی ہے کہ نوجوانی میں ان کے انحراف بلکہ الحاد کی خاص وجہ ہر ہاتھ لگی چیز کو پڑھنا ہے، اس لیے ابتدا میں بغیر کسی مشورے اورانتخاب کے مطالعہ کرنا سم قاتل سے کم نہیں"(ص:644)۔**

نئے لکھاریوں کومشورے:

فاضل مقالہ نگاروں سے نئے لکھاریوں کے لیے مشورے بھی طلب کئے گئے ہیں، دوران مطالعہ یہ چیز بھی ناچیز کی دلچسپی کا موضوع بنی رہی، بہت سے لوگوں نے قیمتی مشورے دئے ہیں، تاہم مولانا سید جلال الدین عمری زید مجدہم نے اپنے مضمون میں جو چند مشورے دئے ہیں وہ معیاری تصنیف وتالیف کے عمل میں اہم ہیں، (ملاحظہ ہو ص:93)۔ اسی طرح دینی اور رضائے الہی کے جذبے سے کی جانے والی تصنیف وتالیف کے لیے مفتی زید مظاہری زید مجدہم کے بیان کئے ہوئے دس زریں اصول بھی قابل مطالعہ ہیں، (ملاحظہ ہو ص:458)۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہم نے زبان وبیان کی خوب صورتی کی طرف بطورخاص توجہ دلائی ہے، لکھتے ہیں:

"ہمارے روایتی علماء کے یہاں عام طور پر زبان وبیان کی خوبصورتی مفقود ہوتی ہے، تحریریں

خشک اور سپاٹ ہوتی ہیں.... اس سے جدید تعلیم یافتہ لوگوں اور عام پڑھے لکھے لوگوں میں ان کی تحریریں پڑھنے کی رغبت پیدا نہیں ہوتی، اس لیے اس پر ضرور توجہ دینی چاہیے، اور زبان وبیان کے تعلق سے بعض مصنفین..... کو گاہے گاہے پڑھتے رہناچاہیے"(ص: 322)۔

نئے لکھاریوں کومشورے دینے کے باب میں بہت سے اہل قلم نے خاموشی اختیار کی ہے؛ لیکن ایک صاحب قلم ایسے بھی نظر آئے جنہوں نے کسی مشورے سے صاف منع بھی کردیا ہے، غالبا یہ ان کی عام افتاد طبع کا حصہ ہے، ادیب ومزاح نگار عطاء الحق قاسمی لکھتے ہیں: **"نئے لکھنے والوں کے لیے میں کوئی نصیحت نہیں کرتا، ایک دفعہ مجھے کسی دوست نے آٹوگراف دینے کا کہا کہ کوئی نصیحت لکھ دیں تو میں نے آٹوگراف میں لکھا کہ "میری نصیحت ہے کہ کسی کونصیحت نہ کرنا" (ص:109)**، ہم اس کو بھی مطالعہ نمبر کے تنوع کا ایک حصہ سمجھتے ہیں **" گلہائے رنگارنگ سے زینت چمن "**۔

ملاحظات:

(1) مدیر النخیل مولانا ابن الحسن عباسی زید مجدہم کے ادبی قلم سے مطالعہ کے موضوع پر کسی وقیع مضمون کا انتظار تھا، مطالعہ نمبر کو دیکھ کر انتظار حسرت میں تبدیل ہوگیا، یہ خلا ہے جسے پر ہونا چاہیے۔

(2) النخیل کراچی سے شائع ہوتاہے اس وجہ سے ہمارا خیال تھا کہ ہمیں اس میں پاکستان کے اہل علم وقلم کے بارے میں زیادہ جاننے اورپڑھنے کو ملے گا، لیکن خلاف توقع ہندستان کے اہل علم و اصحاب قلم کی شرکت غالب اکثریت کے ساتھ رہی، یہ منظر دیکھ کر **" هذه بضاعتُنا رُدَّت الينا "** کا جملہ بے اختیار زبان پر آگیا۔

(3) کچھ شخصیات کے بارے میں تجسس زیادہ رہا؛ مگر ان میں بعض کے جواب خواطر خواہ نہ ملے، غالباً عدیم الفرصتی کی وجہ سے بس مطالبہ پورا کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، جب کہ کئی لوگوں نے سوالات کو اہمیت دی اور بہتر و مفصل جوابات تحریر فرمائے جن میں بڑی مفید اور کارآمد باتیں جمع ہوگئی ہیں۔

(4) جونیر فضلاء نے قلمی شرکت میں ذوق وشوق کا مظاہر کیاہے جو خوش آئند ہے، قدر دانوں کو ان کے کمالات وخدمات سے بروقت واقف اور مستفید ہونے کا موقع ملے گا، مگر صف اول کے اہل علم اور اصحاب قلم کی شرکت خاطر خواہ نہ ہوسکی جس کا افسوس رہا، اگر ایسا ہوتا تو ہمارے لیے استفادے کے امکانات مزید بڑھ جاتے۔

(5) کچھ ایسے مضامین بھی نظر آئے جنہیں اگر بطور تبرک شامل نہیں کیا گیاہے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان سے صفحات کی تعداد میں غیر ضروری اضافہ ہواہے۔

حرف آخر:

اخیر میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ "مطالعہ نمبر" ایک تاریخی نمبر ہے،جو رہروانِ علم وآگہی کے لیے بہترین رفیق و رہبر، اور ہر طالب علم کی ضرورت ہے، اس کا حق ہے کہ اسے ہرقیمت پر حاصل کیا اور پڑھاجائے، گذشتہ صفحات میں جوکچھ پیش کیا گیااس کی حیثیت مشتے نمونہ ازخروارے کی بھی نہیں ہے، گھٹاؤں کو چند قطروں میں نچوڑا نہیں جاسکتا۔

اس لائق ستائش اور قابل قدر تاریخی کارنامے پر مولانا ابن الحسن عباسی ،ان کے رفیق خاص مولانا بشارت نواز ودیگر شرکاء کار پوری علمی برادری کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، فجزاہم اللہ خیرالجزاء۔

بروز جمعرات 11 ربیع الاول 1442ھ ۔ 29 اکتوبر 2020ء

ہم کیا سے کیا ہو گئے دیکھتے دیکھتے

بقلم :- مولانا محمد انوار خان قاسمی بستوی

پہلے مسلم ریاستیں دیگر غیر مسلم قوموں سے، عدل وانصاف اور جان ومال کے تحفظ کی شرط کے ساتھ، ٹیکس یا خراج وصول کرتی تھیں؛ لیکن آج دیگر قومیں ظلم وجبر کے ساتھ مسلم ممالک سے خراج حاصل کر رہی ہیں، اگرچہ انداز کچھ مختلف ہے۔ کویت، متحدہ عرب امارات اور سعودیہ عربیہ وغیرہ مدتوں سے امریکہ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنی کرسی بچانے کے لیے اربوں کھربوں ڈالر بطور خراج پیش کرتے رہے ہیں۔ امریکی حکومت اور امریکی اداروں کو عرب کے غلام حکمرانوں کے ذریعہ پیش کی گئی رقم اتنی خطیر ہوتی ہے کہ اگر اسے عالم اسلام پر خرچ کیا جائے تو شاید پوری روئے زمین پر کوئی مسلمان بلکہ کوئی انسان بھوکا نہ سوئے۔ ۲۰۱۷ میں سعودیہ عربیہ اور امارات نے مل کر ڈونلڈ ٹرمپ کی بیٹی ایوانکا ٹرمپ کے محض ایک ادارے میں ۱۰۰ ملین ڈالر یعنی تقریبا ساڑھے سات ارب روپئے (ہندوستانی) ڈونیٹ کیا۔ عالم اسلام بلکہ دنیا کے کروڑوں بلکتے ہوئے مفلسوں، ناداروں، بھکاریوں، معاشی کمزوری سے جوجھتے ہوئے اداروں اور جائز مستحقین کو نظر انداز کرکے دنیا کے سب سے مالدار ملک کے سامنے اپنی تجوری کھول دینا شاید اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی مذہب میں قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

محمد انوار خان قاسمی بستوی

ہندوستان میں جمہوریت و سیکولرازم کی بقا ناگزیر ہے.

بقلم :- حافظ محمد خطیب اعظمی

ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں حزب اختلاف کا کمزور ہونا یا اسے ختم کرنا جمہوریت کی موت اور بد قسمتی ہی کہلائے گا.

ملک کو آزاد کرانے اور ملک پر نصف صدی سے زائد عرصے تک حکومت کرنے والی سب سے بڑی اور پرانی سیاسی جماعت کانگریس اگر آہستہ آہستہ حاشئے پر جارہی ہے تو اسمیں کچھ تو خود کانگریس کا قصور ہے کہ اقتدار میں رہتے ہوئے جب اسے فرقہ پرستوں پر شکنجہ کسنا تھا تو اس نے ہمیشہ اعراض و درگذر کا مظاہرہ کیا اور اب جبکہ فرقہ پرست خود اقتدار میں آگئے ہیں تو وہ ہر طرح سے کانگریس کو حاشئے پر دھکیلنے میں مسلسل کوشاں اور مصروف ہیں.

اسکے لئے شاید لوگوں کو یاد ہو گا کہ مودی جب پہلی بار وزیر اعظم بنے تھے تو کانگریس مکت بھارت کا نعرہ دیا تھا اور امت ساہ نے کہا تھا اگر ہم 2019 میں دوبارہ اقتدار میں اگئے تو 50 برس ہمیں کوئی ہرا نہیں سکتا. اور دوبارہ آجانے کے بعد سے آہستہ آہستہ تمام ریاستوں سے کانگریس کا صفایا اسی دونوں نعروں کی کڑی کے طور صاف نظر آرہا ہے.

آج بعض حلقوں کی طرف سے بھلے کانگریس کو مطعون کیا جارہا ہے لیکن یہ بھی سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ملک سے کانگریس کا مکمل صفایا ہوگیا تو ملک تو رہے گا لیکن ہمارے لئے ملک کا نقشہ کیسا ہو گا ہر سمجھدار خود سوچ سکتا ہے.

آرایس ایس اور بی جے پی کا ملک پر ہندتوا کا ایجنڈہ مسلط کرنا کانگریس کا ہر جگہ سے صفایا کئے بغیر ناممکن ہے.

ترتیب وار تمام ریاستوں سے کانگریس کے صفایا کا سلسلہ جاری ہے اور

حالیہ بہار کے انتخابی نتائج پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تقریبا ہر ایک سیاسی جماعت نے خاطر خواہ کچھ نہ کچھ حاصل کیا ہے صرف کانگریس کی کارکردگی بد سے بدتر رہی کہ جو 70 پر لڑکر 19 پر سمٹ گئی. آخر کیوں؟

کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کانگریس کو بطور سازش ای وی ایم یا کسی اور ذریعے سے ہراکر عوام میں اسکی شبیہ کو مزید کمزور اور مایوس کن بناکر پیش کیا گیا ہے تاکہ عوام کانگریس کی کارردگی سے مایوس ہوکر مزید دور ہوجائیں اور بی جے پی کیلئے راستہ مزید صاف ہوجائے.

رہی بات صوبائی سطح پر مسلم قیادت کے پہنچنے اور اقتدار میں حصے داری کی تو یہ بات یکسر فراموش کردی جائے کہ آج کی بی جے پی کبھی اور کہیں کسی مسلم قیادت کو اقتدار میں حصے دار بنائے گی.

اگر صوبائی سطح پر کسی علاقائی جماعت کیساتھ کہیں کچھ حصے داری مل بھی جاتی ہے تو اس سے بی جے پی کے مستقبل کے ایجنڈے کو کیسا روکا جاسکتا ہے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

واضح رہے! آرایس ایس اور بی جے پی کا ہندتوا کا جو ایجنڈا ملک پر مسلط کرنے کا ارادہ ہے وہ صرف اور صرف مسلمانوں کے خلاف ہونے والی منصوبہ بندی ہے باقی قوم پر اس ایجنڈے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا.

اسکے لئے سی اے اے، این آرسی اور این پی آر جیسی مستحکم بنیاد ڈالی جا چکی ہے.

ملک کی جمہوریت اور سیکولرازم کی بقا کیلیئے تمام سیکولر سیاسی جماعتوں کی مضبوطی، بالخصوص کانگریس کی مضبوطی اور بقا کا ہونا ضروری ہے. کیونکہ گئی گزری حالت میں بھی ملک میں ہندتوا کی طرف تیزی سے بڑھتے قدم کو کانگریس کی قیادت میں ہی روکا جاسکتا ہے.
تھوڑی دیر کیلیئے مان بھی لیا جائے کہ .... اگرچہ کانگریس نے ملک کے مسلمانوں کیلیئے کچھ نہیں کیا تاہم پچھلے 6برس اور اس سے پہلے کے ادوار کا ایکدوسرے سے موازنہ کرلیا جائے کہ ہماری زندگیاں پہلے کسقدر بے خوفی میں اور اب کیسے خوف میں گزرہی ہے ؟ آئے دن طرح طرح کے خوفناک قوانین صرف ہمیں ہی شکنجے میں کسنے کیلیئے لائے جارہے ہیں.
ایسی صورت میں اگر ملک کا مسلمان وقت سے پہلے پہلے اس خطرے کو محسوس کرکے لائحہ عمل مرتب نہ کیا تو شاید پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے.

محمد خطیب اعظمی.

فتنوں کا وائرس

بقلم :- مولانا منصور احمد جونپوری

ماضی میں بھی بلا اختلاف مذھب و مسلک اموات ہوتی تھیں نماز جنازہ میں شرکت کے واقعات بھی رونما ہوتے تھے، مقامی سطح پر تنبیہ بھی کی جاتی تھی مگر فتنہ کھڑا نہیں ہوتا تھا۔

اس دور میں بھی سانحات واقع ہورہے ہیں، ماضی اور حال کے حادثات کی شکلیں بھی ملتی جلتی ہیں ،سانحات کے شکار لوگوں کی صورتیں بھی متشابہ ہیں مگر سوچ نئی ہے، فکریں مبتدعانہ اور باغیانہ ہیں، زمانہ نیا ،دور جدید ہے ہر کس و ناکس کو اپنی بیمار رائے متعدی کرنے کی آزادی ہے اسلئے فتنوں کا وائرس اضلاع، صوبوں ملکوں کی سرحدوں کو عبور کرکے پوری اسلامی سوسائٹی کو چپیٹ میں لے لیتا ہے ۔

محلہ اور پڑوس کے ٹھیلہ لگانے والے رمضان چچا کا انتقال ہوجائے تو معمولی مشغولی رکاوٹ بن جاتی ہے ،فرض عین، فرض کفایہ کی تعریف یاد آجاتی ہے لیکن " قیراط" کا اجر کثیر اسکے جنازہ میں شرکت کیلئے محرک نہیں بنتا !!!

مگر افسوس صد افسوس کوئی پیسے والا یا مشہور آدمی بیمار ہوجائے یا مرجائے تو تعزیت اور تکفین و تدفین کے سارے ثواب (فرض عین کی طرح عملا) حاصل کیا جاتا ہے اور جو لوگ اس سے محروم رہ جاتے ہیں وہ سوشل میڈیا پر اجر و ثواب کے ذخائر جمع کرنے لگتے ہیں ،کوئی استفتاء کے بغیر فتوی کی توپ چلارہاہے ،کوئی اپنی بیوی کو مفتی بناکے پیش کررہاہے

میرے بھائی! اسطرح کے حساس معاملات میں علاقے کے زمہ داران کو ہی ذمہ دار رہنے دو، کیوں اپنے دوش ناتواں پر دنیا جہان کا بوجھ اٹھانے کی حماقت کررہے ہو، تم سے دنیا کے بارے میں سوال نہیں ہو گا ہاں قریب، پڑوسیوں کے بارے میں ضرور سوال ہو گا۔

منصور احمد جونپوری

دولہن کا وائرل فوٹو

بقلم :- ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

ہمارے معاشرہ میں ایک وباء تیزی سے پھیلتی جارہی ہے اور وہ ہے دولہن کی فوٹو اینڈ ویڈیو گرافی اور اسے فاورڈ کرنا۔

افسوس ہے اسکی قباحت کا عام لوگوں کو اندازہ نہیں ہے عموما دولہن کے آتے ہی گھر کی بچیاں فوٹو گرافی اور سیلفی کا شوق پورا کرنے لگتی ہیں اور وہ فوٹو آنا فانا انکی سہیلیوں تک پھر سہیلیوں سے انکے بھائیوں اور دوستوں تک تیزی سے وائرل ہوجاتا ہے حد یہ ہے کہ جب تک بیچارہ دولہا اپنی بیوی کی زیارت کرے اسکے دوست احباب محلے پڑوس کے لوگ دیکھ کر تبصرہ کرچکے ہوتے ہیں یہ انتہائی بے شرمی و بے غیرتی کی بات ہے اور اپنی عزت خود اپنے ہاتھوں نیلام کرنا ہے۔

گھر کے بزرگوں کو اس پر سختی سے روک لگانا چاہئے خاص طور پر گھر کی بزرگ عورتیں اس پر پوری توجہ دیں، اللہ عمل کی توفیق دے۔۔۔ (آمین)

ڈاکٹر ارشد قاسمی

۲۳/۱۱/۲۰۲۰

وہ پھول جو بن کھلے مرجھا گیا

بقلم :- مولانا حفظ الرحمن اعظمی

ایسا لگ رہا ہے کہ آج الفاظ کے تمام ذخیرے مٹ گئے ، دنیا کی تمام روشنائیاں منجمد ہوگئیں ، قلم نے قرطاس کا ساتھ نبھانے سے انکار کردیا ہے ، اور ذہن و دماغ نے افہام و تفہیم سے بغاوت کرلی ہے کیونکہ بہت دیر سے قلم تھامے اپنے جذبۂ دروں کی عکاسی کے لئے تیار بیٹھا ہوں مگر وہ ایک حادثہ کسی طرح اپنی گرفت ڈھیلی کرنے پر رضامند نہیں ہے --

حادثات تو اس دنیا کے زیور ہیں ، یہی اس دنیا کے چہرے پر غازہ بنتے ہیں ، اس کے حسن و جمال میں اضافے کا سبب کہلاتے ہیں ، اس کی جوانی کو بل کھاتی ہوئی ناگن کا روپ دیتے ہیں ، ع

رنگینیٔ حیات بڑھانے کے واسطے
پڑتی ہے حادثوں کی ضرورت کبھی کبھی

مگر اب اتنی بھی کیا خود غرضی کہ اپنے سولہ سنگار کے لئے ایک معصوم کو حادثے کی بھینٹ چڑھادیا ---

تعلیم سے رسمی فراغت کے بعد جب تدریس کے زینے پر پہلا قدم رکھا تو واقعہ یہ ہوا کہ ایک تو شیخ الاسلام شیخوپور جیسا بڑا ادارہ ____ جس کے درو دیوار سے اعجازی زمزموں کی صدائیں آج بھی سنائی دیتی ہے ___ دوسری طرف طالب علموں کے نام پر ایسے افراد

جو اگر ایک سال قبل ملے ہوتے تو قبلۂ و کعبہ سے کم لقب پر اکتفاء جائز نہ ہوتا اور اپنی یہ حالت کہ طالب علمی کا خمار ابھی تک سر چڑھ کر بول رہا تھا؛ اس لئے پڑھانے کو تو جلالین بھی پڑھائی، ہدایہ اور میبذی کا بھی درس دیا لیکن طبیعت کا میلان عربی اول دوم کے ان شاگردوں کی طرف زیادہ تھا جو کسی کونے میں بیٹھ کر " لی، لنا، لک، لکما، لکم " جیسی گردان یاد کرلینے کو ہی اپنی معراج سمجھتے تھے ۔۔۔

محبت و اپنائیت کا جذبہ یوں تو اول کے ہر طالب علم کے ساتھ تھا، ہر ایک کو اپنا روحانی فرزند سمجھ کر انھیں صیقل کرنے کی تگ و دو بھی تھی، لیکن ان فرزندوں میں جن سے خاص انسیت و تعلق تھا ان میں سانولی رنگت کا دبلا پتلا ایک طالب علم " ریاض الدین مہاراج گنجی " بھی تھا، ریاض الدین میں شرافت و نجابت بھی تھی، سنجیدگی اور کم گوئی بھی، چیزوں کے سمجھنے میں ذرا وقت لگتا تھا لیکن جو چیز سمجھ میں آجاتی تھی وہ نقش کالحجر ہوجاتی تھی، امید تھی کہ مستقبل میں اس شجر سایہ دار کی چھاؤں میں بھٹکے ہوئے مسافر آرام پائیں گے ، اس کے فیض کے دریا سے تشنہ لب اپنی پیاس بجھائیں گے، لیکن آہ ۔۔۔۔۔۔ کسے معلوم تھا کہ جس طرح امیدوں کے کچھ چراغ اس کی راہ تک رہے ہیں اسی طرح موت کی خونخوار نگاہیں بھی اس کی منتظر ہیں، اور دست قدرت نے شاہراہ حیات میں موت کی نگاہوں کو امیدوں کے چراغ سے پہلے رکھا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

اطلاع کے مطابق مرحوم کل اپنے گاؤں میں ندی پر تفریح کی غرض سے گئے تھے، اچانک پاؤں پھسلا اور پانی کے بہاؤ میں شہادت کی موت قبول کرلی

الہ العالمین مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین یا رب العالمین

سوگوار ۔۔۔۔۔۔ حفظ الرحمن الاعظمی

اور ملاقات کچھ یوں ہوئی

بقلم :- مولانا طہ صاحب جون پوری

(پاسبان علم و ادب کی برکت)

چند دنوں سے ایک کام کا تقاضا تھا، چناں چہ اس کام کو پورا کرنے کی نیت سے بعد نماز عصر باہر نکلا اور " *نپٹاکر* " اپنی مسجد کی طرف آنے لگا، لیکن پھر سوچا، کہ چلو عصر بعد کا وقت ہے، سامنے ہوٹل بھی ہے چائے پی کر چلوں، اور پھر اس ارادے کو کینسل کرکے مسجد کی طرف قدم بڑھا دیا.

اتنے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی، ان سے سلام و مصافحہ کیا اور کہنے لگے، کہ آپ امام صاحب ہیں، فلاں مسجد میں، آج میں نے وہیں جمعہ کی نماز پڑھی ہے. اور حوصلہ افزائی کرنے لگے، کہ ماشاء اللہ حالات کے مطابق، اچھی بات کی. ان کی اس گفتگو سے تھوڑا انسیت ہوئی. ہم نے کہا، آپ کہاں سے؟ کہنے لگے: میں گجرات سے ہوں. پھر ہم نے کہا، کہ شکلا ایسا لگ رہا ہے اور مزید ہم نے کہا، کہ گجرات کے فلاں مدرسے کے پڑھے ہوئے ہمارے ایک ساتھی ہیں ابھی ان سے گفتگو ہورہی تھی. پھر ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ کہنے لگے میں فلاں مدرسے کا ناظم ہوں، اور مسلم شریف بھی الحمد للہ متعلق ہے. اتنے میں ہم نے کہا، کہ کل مولانا ارقم صاحب سے بات ہوئی، وہ لندن میں 13 سال سے امام ہیں. کہنے لگے ارے وہ اور ان کے بھائی ہمارے شاگرد ہیں. ہم نے کہا؟ آپ کا نام. جواب میں انہوں نے کہا:

فضل محمود
ہم نے اس پر کہا: پاسبان (علم و ادب)
تو کہنے لگے جی ہاں.
پھر ہم نے کہا بندہ: طہ جون پوری.
اوہ! اس کے بعد تو ملاقات کا رنگ ہی بدل گیا.
مفتی صاحب نے فورا گلے لگالیا اور پھر ہم بات روک کر فورا سامنے والے ہوٹل گئے،
جہاں سے ابھی چند منٹ پہلے چائے نہ پینے کا ارادہ کر کے مسجد کی طرف قدم بڑھایا تھا.
خیر وہاں ٹیبل پر بیٹھ کر، دیر تک گفتگو ہوتی رہی. اور پھر نماز مغرب کے لیے، میں مسجد
چلا آیا اور مفتی صاحب جس کام کے لیے آئے تھے، اس طرف چلے گئے.
ان شاء اللہ کل بعد نماز فجر چائے ایک ساتھ ہوگی.

یہ ایڈمن اعلی کی خصوصا اور تمام پاسبانی ممبران کی واقعی خلوص نیت کا ثمرہ ہے، کہ
ایک دوسرے سے الفت و محبت سے ملاقات ہوجاتی ہے.
اللہ سب کو سدا سلامت رکھے
اور سب کو خوش رکھے.

طہ جون پوری

27 نومبر 2020

اچانک ایک خوبصورت مختصر سی ملاقات ھوگئی

بقلم :- مولانا فضل محمود فلاحی صاحب

مسلسل طویل و مدید سفر سے تھکا ھارا مسافر نماز جمعہ کیلئے عروس البلاد بمبئی کی ایک مسجد میں حاضر ھوا۔ وضو کے بعد طبیعت میں کچھ نشاط پیدا ھوا۔ تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد سورہ کہف کی ابتدا ھوئی تھی کہ ایک نوجوان گیسودراز عالم دین و خطیب صاحب دلکش انداز کیساتھ محراب میں کرسی پر تشریف لائے۔ اور بہت اچھے انداز میں گفتگو کا آغاز فرمایا۔ سوچا چلو سورہ کہف کی تکمیل بعد الجمعہ کرلیں گے فی الحال بیان سن لیتے ھیں۔ تقریبا 40 منٹ مسلسل محو بیان رھا۔ بیان میں ایک تسلسل اور ارتباط تھا۔ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے استنباط تھا۔ انگلش الفاظ کے ذریعہ نوجوان انگریزی داں کیلئے تفہیم تھی۔ مجموعی طور پر بہت موثر بیان تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد امام و خطیب پر ایک طائرانہ نظر کرتے ھوئے ملاقات کی امید کرتے ھوئے کسی ضروری کام کی وجہ سے کرافورڈ مارکیٹ کی طرف چل پڑا۔ عصر سے قبل پھر قدم خود بخود دوبارہ اسی مسجد کی طرف چل پڑے جہاں نماز جمعہ ادا کی تھی۔ اذان سے قبل ہی مسجد پہنچ کر پہلی صف میں سنت سے فارغ ھوکر انتظار صلوۃ میں بیٹھا رھا۔ جماعت کا وقت ھوا پھر وہی شخصیت محراب کی زینت بنی جو نماز جمعہ میں اپنی مسحور کن قرات سے مجھے دوبارہ یہاں کھینچ لائی۔ خیر ۔۔۔ اقامت ھوئی اور نماز باجماعت کے بعد کچھ دیر درود شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ھوئی۔ امام صاحب اپنے مخصوص البیلے انداز سے محراب سے نکل کر باھر

کی طرف روانہ ھوئے ۔ پیچھے پیچھے ملاقات کیلئے گیا لیکن امام صاحب ایک منزلہ اوپر اپنے حجرہ کی جانب جاچکے تھے ۔ چاہ کر بھی دوسری مرتبہ ملاقات نہ ھوسکی ۔ خیر بمبئی کی ھما ھمی کی زندگی میں راقم بھی باھر نکل گیا اور یہی خیال تھا کہ کسی نماز میں شرکت ھوگی تو ملاقات کرکے بیان سے متعلق تشجیعی کلمات پیش کردوں گا ۔ لیکن دل سے دل کو راہ ھوتی ھے ۔ چند ہی منٹ کے بعد پھر سر راہ اچانک ملاقات ھوگئی ۔

پھر آگے کی تفصیل مکرمی مولانا مفتی طہ صاحب جونپوری حفظہ اللہ و رعاہ کی دلکش تحریر میں موجود ھے ۔

اس ملاقات کا اختتام مفتی جونپوری صاحب کی طرف سے اس وعدہ پر ھوا کہ کل نماز فجر کے بعد ناشتہ ساتھ رھیگا ۔

اب کل صبح ناشتہ پر دعوت اور ملاقات ۔

ان شاء اللہ العزیز

ہیکلِ سلیمانی اور تابوتِ سکینہ کیا ہے؟

بقلم :- پاسبانی احباب

سوال :- ہیکلِ سلیمانی اور تابوتِ سکینہ کے بارے میں کسی احباب کو جانکاری ہو تو ہمیں بتائیں۔۔۔ یہ ہے کیا۔۔

سائل :- یک ممبر از پاسبانِ علم و ادب

جواب :- تابوتِ سکینہ حضرت آدم علیہ السلام کا صندوق تھا، آپ علیہ السلام کے بعد نسل در نسل چلتے چلتے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا، پھر بنی اسرائیل کے انبیاء میں چلتا رہا، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے بعد ان کے اور دیگر انبیاء کے تبرکات اس میں موجود تھے، بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتے تھے، جب بنی اسرائیل نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے قومِ عمالقہ (جالوت اور اس کی قوم) کو ان پر مسلط کیا، انھوں نے بنی اسرائیل اور ان کے شہروں کو تاراج کیا، انہیں علاقہ بدر بھی کیا، ان کی اولادوں کو قتل و گرفتار بھی کیا اور تابوت بھی لے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جالوت اور اس کی قوم کو تابوت کی وجہ سے مختلف آزمائشوں میں گرفتار کیا، انھوں نے تابوت کو بیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی بستیوں کی طرف ہنکا دیا، اس پورے عمل میں فرشتے پسِ پردہ مختلف امورانجام دیتے رہے اس وجہ سے سورہ بقرہ میں اللہ پاک نے فرمایا کہ فرشتے اسے اٹھالائیں گے، یا پھر براہِ راست

فرشتے اٹھاکر لائے، اور تابوت کا لوٹنا اللہ کے نیک بندے طالوت کی بادشاہت کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ٹھہری۔ چناں چہ بنی اسرائیل طالوت کی قیادت میں عمالقہ سے لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام جو طالوت کے لشکر میں شامل تھے اور ابھی تک نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے، انہوں نے بہت بہادری سے کفار کا مقابلہ کیا اور جالوت (کافر بادشاہ) کو قتل کردیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہت، حکمت اور نبوت عطا فرمائی اور جو چاہا علم دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے نبوت اور بادشاہت ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ایک عظیم الشان عبادت گاہ (مسجد) تعمیر کرانا شروع کی، اسی تعمیر کو "ہیکل سلیمانی" کہا جاتاہے، جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق نہایت اہتمام اور شان سے مکمل کروایا، یہاں تک کہ اس کی تعمیر میں اِتقان و اِستحکام کے لیے جنات سے بھی خدمت لی۔ چوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مسجدِ بیت المقدس کی تکمیل کی اور نمایاں وعظیم الشان تعمیرات آپ علیہ السلام نے کروائیں اس لیے اسے ہیکلِ سلیمانی کہا جاتاہے۔ معلوم ہواکہ ہیکلِ سلیمانی سے مراد وہی مسجدِ بیت المقدس ہے جس کی تعمیر کا ذکر قرآنِ مجید نے بھی کیا ہے، اور جو آج تک موجود ہے، جہاں سے رسول اللہ ﷺ کو معراج کے موقع پر آسمانوں کے سفر کے لیے لے جایا گیا۔ اس کے علاوہ مزید کوئی خاص وضع کی تعمیر مراد نہیں ہے۔

مجیب :- مفتی عبیداللہ قاسمی

مسکرائیے

بقلم :- مولانا توقیر بدر قاسمی صاحب

مسکراہٹ صحت و اطمینان کی علامت ہے!
آج بعد فجر ایک عربی پوسٹ نظر آئی،اس میں دکتور مصطفیٰ محمود کی باتیں بڑے سلیقے سے پیش کی گئی تھیں.راقم یہاں انکی ترجمانی اور اس پر کچھ مطلوب و مفید اضافہ مناسب سمجھتا ہے!
{ت بدر آزاد}

انکا کہنا تھا کہ آپ کے پاس مسکراہٹ کے کیی مواقع ہیں،اور کیی وجوہات ہیں!
مثلاً آپ جس وقت اپنے بچوں اور گھر والوں کے درمیان ہوتے ہیں،تو مسکراہٹ بکھیرنے میں بخل سے کام نہ لیں،کیونکہ بہت سے ایسے ہیں،جنہیں یہ نصیب نہیں!
اسی طرح جب آپ اپنے آفس اپنے جاب اور کام پر جائیں،تو ہنستے کھیلتے مسکرا کر کام کا آغاز کریں،کیونکہ آج کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں کام کاج کی تلاش نے تھکا دیا ہے!

#ابتسم_ مسکراییے!آپ صحت مند ہیں، ورنہ کتنے ایسے مریض ہیں،جو ہسپتالوں میں اعلیٰ سے اعلیٰ قیمت دیکر اسے پانے کو تڑپ رہے ہیں!
آپ زندہ ہیں رزق پارہے ہیں،شکرا ادا کیجیے اور مسکراتے ہویے ہر مسئلے کا استقبال کیجیے،ورنہ قبروں میں بہت سے ایسے مردے پڑے ہیں جو واپس زندگی اور اعمال صالحہ کی نامراد خواہش لیے بیچین ہیں!

آپ کے پاس آپ کا رب ہے جن کی عبادت کرکے سکون پاتے ہیں، جن سے مانگ کر اطمینان نصیب ہوتا ہے، تو یہ بھی آپ کے لیے مسکراہٹ و خوشی کا سامان ہے، جبکہ بہت سے ایسے ہیں جو گائے کو پوجتے ہیں اور بے اطمینانی میں ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہیں!

راقم ان تمام جگھوں پر "تبسم "کے ساتھ آپ قارئین سے "شکر" کا متمنی ہے، کہ مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ ان مواقع پر رب کریم کا شکر ادا کرنا نہ بھولیں! کیونکہ اس ادا پر پھر وہ اور نوازے گا!

لازوال کتاب میں یہ لا فانی وعدہ جو ہے "ولئن شکرتم لازیدنکم "

اللھم لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک و عظیم سلطآنک!

توقیر بدر القاسمی

18/11/2020

آیـــــــاتـــــــــ شـــفـــــاء

بقلم :- پاسبانی احباب

سوال :- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
علماء سے توجہ کی درخواست ہے ، قرآن کریم میں آیات شفاء کتنی ہیں؟انکی تعداد کیاہے؟
اگر کوئی صاحب وہ تمام آیات جمع (فرماکر شیئر) فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔

سائل :- مولانا ابو حمیرہ

جواب :- **آیـــــــاتـــــــــ شـــفـــــاء** (٦ آیات، ہیں)
بسم اللہ کے ساتھ سورۃ الفاتحۃ بھی پڑھ لیں

۔ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ۔ التوبة،

۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ يونس،

۔ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ النمل،

۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ بنی اسرائیل،

۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ الشعراء، ٠

۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ۔ فصلت. حٰمٓ،

مجیب :- مولانا محمد الیاس صاحب

غـــــــزل

بقلم :- حافظ عامر اعظمی،العین

مت لے میرا تو امتحاں جاناں
میں بہت ہی ہوں ناتواں جاناں

بن تری یاد کے.................... جو گزرا پل
ہو گیا پل وہ ....رائیگاں جاناں

تو طلب سے...... ہماری واقف ہے
تجھ پہ سب کچھ ہی ہے عیاں جاناں

تذکرہ تیرا................ ہر جگہ پایا
کیا یہاں اور ...کیا وہاں جاناں

حوصلہ ہی نہیں......... سنانے کا
کیا سناؤں میں داستاں جاناں

اپنے گلشن میں ..... تو ہی لایا ہے
تو ہی گلشن کا....... باغباں جاناں

دل میں عامر کے تو ہی بیٹھا ہے
تجھکو ڈھونڈا کہاں کہاں جاناں

جماعت کے احکام (کورونا کے ضمن)

بقلم :- مولانا عبدالقادر فیضان باقوی ، بھٹکلی

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی بڑی اہمیت ہے، اسکی فضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اللہ جل مجدہ کی جانب سے ہمارے لیے یہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ یہ اسی امّت کی خصوصیت ہے، اسی طرح جمعہ، عیدین، کسوفین اور استسقآء بھی اسی امت کی خصائص میں سے ہیں۔

جماعت کے مشروع ہونے کی حکمت مصَلّیِن کے درمیان باہمی اُلفت کو قائم کرنا ہے۔

{ اعانہ، بحوالہء مناوی صفحہ، ۲، جلد ثانی}

تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب ستائیس نمازوں کے برابر ہے

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا *: 《 صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَة : تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے 》 ۔*{ مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی اور بغوی وغیرہم}

بالغ، آزاد، ستر کیے ہوئے غیر معذوروں پر فرض ادا نمازوں میں ___ دو وجہوں میں سے اظہر پر جماعت(قائم کرنا) سنتِ مؤکَّدہ ہے، جو فضیلت حاصل کرنے کیلیے مشروع ہوئی۔{ تہذیب، صفحہ ۲۴۵، جلد ثانی، تحریر کا آخری حصہ}

یہی بعض محققین کے پاس مشہور ہے، بہت سی کُتُبِ شافعیہ میں اسکا حکم بیان کرتے وقت

انکے مصنفین نے پہلے سنتِ مؤکدہ ہی لکھا ہے،{ جیسے امام بغوی، شیخ ابو شجاع، شیخ ابو حامد، امام رافعی اور صاحبِ فتح المعین کے ماتن وغیرہم نے، ان حضرات کے اکثر شُرَّاح بھی اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں۔}

ابو شجاع کے شارح علامی خطیب شربینی اپنے ماتن کے جملے " وصلوۃ الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ " کے بعد لکھتے ہیں: اور یہ وہی(قول) ہے جو رافعی نے کہا، اور مصنف انکے ساتھ ہوگیے، اور اصح منصوص میں جیسا کہ نووی نے کہا: جمعہ کے علاوہ میں(کہ اسمیں جماعت فرضِ عین ہے۔) یہ مردوں آزاد مقیمین اور غیر ننگوں پر مکتوبہ(فرض نمازوں) میں فرض کفایہ ہے۔{ ۳۰۳، جلد ثانی} یہی امام شافعی کا نص ہے، یہی آپکے محققین اصحاب کے نزدیک اصح ہے، جیسے شیخ المذہب ابنِ سُرَیج، ابو اسحاق اور جمہور اصحاب کے پاس، اکثر مصنفین نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے ، اور احادیثِ صحیحہ اسی کا تقاضہ کرتی ہیں۔{ محشیانِ تہذیب، صفحہ ۲۴۵، جلد ثانی} امام نووی(امام رافعی کے) محرر میں لکھے ہوئے الفاظ کے بعد لکھتے ہیں: " قُلْتُ الاصَحّ المنصوص انھا فرض کفایۃ : میں کہتا ہوں: اصح منصوص میں یہ فرض کفایہ ہے"۔

اور کہا گیا: یہ فرضِ عین ہے ۔ اور یہ اصحاب میں سے ابو بکر بن خُزَیمہ اور ابن منذر کا قول ہے، یہی عطاء اور اصحابِ حدیث کا قول ہے۔{ حاشیہء تہذیب، ۲۴۵، جلد ثانی} اور کہا گیا کہ یہ شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول ہے، اور جماعت کے سلسلہ میں مذہبِ شافعی پر یہ تیسرا قول ہے۔{حاشیہء تہذیب} لیکن فرض عین کے قول پر بھی یہ(جماعت) صحتِ نماز کیلیے کوئی شرط نہیں ہے، جیسا کہ مجموع میں کہا۔ {نھایۃ المحتاج، ۱۳۹، جلد ثانی، اعانۃ الطالبین، ۴، جلد ثانی، حاشیہء تہذیب، ۲۴۵}

خلاصہء مسئلہ

بہرصورت خلاصہ ٔ مسئلہ یہ ہے کہ جماعت کے فرضِ(کفایہ یا عین) کہنے کی صورتمیں عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑنے پر اُس سے حرمت ساقط ہوگی اور سنت کہنے پر کراہت، اور جن لوگوں پر شعار کا حاصل ہونا موقوف ہے اُن پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

نہایہ میں منہاج کے ساتھ شیخنا محمد رملی کے الفاظ ہیں: اور جماعت کو ترک کرنے میں کوئی رخصت نہیں ٭؛٭ اگر ہم نے کہا کہ یہ سنت ہے، اسکے(سنتِ)مؤکّدہ ہونے کی وجہ سے، مگر کسی عذر کے ساتھ، (ایسے میں) کسی عذر کی بِنَا پر جماعت کو ہمیشہ ترک کرنے والے کی شہادت کو رد نہیں کیا جائیگا، برخلاف اُس شخص کے جو بغیر کسی عذر کے پیہم جماعت کو چھوڑ رہا ہو، اور جب امام(حاکم) لوگوں کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے تو جماعت کو قائم کرنا واجب ہے ٭؛٭ مگر اُس وقت جب کوئی رخصت(انکی ذات سے) قائم ہو۔ اسوقت عذر قائم ہونے کی وجہ سے اُنپر اسکی اطاعت کرنا واجب نہیں ۔{نہایہ،۱۵۵، جلد ثانی، تحفہ،۲۸۳، جلد اول، شبر املسی اور اعانہ، ۵۱، جلد، ثانی، کا خلاصہ، کچھ کمی بیشی کے ساتھ، الفاظ نہایہ کے ہیں۔}

رُخْصَت کی تعریف

لغت میں رخصت کے معنی تیسیر اور تسہیل(آسان ہونے) کے آتے ہیں۔

رخصت کی اصطلاحی تعریف

جمع الجوامع میں یہ آئی ہے " ھُوَ الْاِنْتِقَالُ مِنْ صُعُوْبَۃٍ اِلَی سُھُوْلَۃٍ لِعُذْرٍ مَعَ قِیَامِ سَبَبِ الْحُکْمِ الْاَصْلِيّ : کسی عذر کی وجہ سے حکمِ اصلی کے قیامِ سبب کے ساتھ دشواری(سختی) سے آسانی کی طرف منتقل ہونا۔(یہی تعریف معتمد ہے۔)

چند دوسری کتابوں میں کچھ رد وبدل کے ساتھ بھی رخصت کی تعریف آئی ہے، نھایۃ المحتاج میں شیخنا احمد رملی نے یہ تعریف لکھی ہے: " الحکم الثابت علی خلاف الدلیل لعذر: کسی عذر کی وجہ سے دلیل کے خلاف ثابت ہونے والا حکم " وہیں انکے محشي علامہ ابوضیاء نورالدین علی بن علی شبر املسی قاہری[المتوفی،۱۰۸۷ھ} حاشیہ میں لکھتے ہیں: اور اسکی یہ تعریف بھی بیان کی جاتی ہے :" هِيَ الْحُكْمُ الْمُتَغَيَّرُ اِلَيْهِ السَّهْلُ لِعُذْرٍ مَعَ قِيَامِ السَّبَبِ الْاَصْلِيِّ : کسی عذر کی بِنَا پر اصلی حکم کے سبب کے قائم ہونے کے ساتھ آسانی کی طرف تبدیل ہونے والا حکم "۔{ شبر املسي،۱۵۵}

محشی احمد بن عبدالرزاق مغربی رشیدی[المتوفي،۱۰۹۶ھ] اپنے شارح کی تعریف پر لکھتے ہیں: اس تعریف پر جمع الجوامع میں آئی ہوئی رخصت کی مشہور تعریف کے خلاف چند امور پر اعتراض آتا ہے جو مخفی نہیں، جو یہ ہے: " والحکم الشرعي إن تغیر لسھولة لعذر مع قیام السبب للحکم الأصلِيِّ فَرُخْصَةٌ : اور حکمِ شرعی اگر یہ کسی عذر کی وجہ سے حکمِ اصلی کے سبب کے قیام کے ساتھ کسی آسانی کی طرف تبدیل ہوتا ہے تو رخصت ہے۔ { مغربی رشیدی}

شیخنا رملی کی ، کی ہوئی تعریف کو ہی انکا حوالہ دیکر بجیرمی نے اپنے حاشیہ میں لفظِ عذر کو چھوڑ کر لفظِ اصلی کی زیادتی کے ساتھ اسطرح لکھا ہے :" الحکم الثابت علی خلاف الدلیل الأَصْلِيِّ " کما فی شرح م، ر۔{۳۱۱، جلد ثانی}

احناف کے نزدیک مفروضہ پانچ نمازوں میں جماعت قائم کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

(آپ اسکو واجب بھی کہہ سکتے ہیں، واضح ہو کہ واجب کا درجہ انکے نزدیک فرض سے کم اور سنت سے زیادہ ہے۔)

مالکیہ کے نزدیک : مشہور دو قول ہیں: اِن میں سے ایک مشہور اور دوسرا تحقیق کے زیادہ قریب ہے، پہلے قول میں ہر مصلی، ہر مسجد اور مکلف رہنے والے شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے اسکا قائم کرنا سنتِ مؤکَّدہ ہے، اسطرح کہ اگر بعض شہر والوں نے اسکو قائم کیا تو باقی لوگوں کے ترک کرنے پر اُن سے لڑا نہیں جائیگا، ورنہ انکا اسکو حقیر سمجھنے کی وجہ سے (اسکے ترک کرنے پر) ان سے لڑا جائیگا۔ دوسرے قول میں شہر میں جماعت قائم کرنا فرضِ کفایہ ہے، اگر سارے اہالیانِ بلد نے اسکو ترک کیا تو اُن سے لڑا جائیگا، اور اگر ان میں سے بعض نے قائم کیا تو باقی لوگوں پر سے فرض ساقط ہو گا۔

حنابلہ کے پاس مفروضہ نمازوں میں جماعت قائم کرنا فرضِ عین ہے۔{ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۴۲۷، اور حاشیہء تہذیب صفحہ ۲۴۵، جلد ثانی، کا خلاصہ}

بغیر عذر کے جماعت چھوڑنے پرسخت وعید

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:* ﴿مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلٰوةُ إِلَّا (قد) اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمِ الشَّيْطَان . فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ. فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ : کوئی قریہ یا قبیلہ ایسا نہیں جسمیں تین افراد ہوں اور ان میں جماعت قائم نہ کی جاتی ہو مگر یہ کہ ان پر شیطان غالب آجاتا ہے، تم پر جماعت لازم ہے، بھیڑیا تو پچھڑی ہوئی (بکری) کو کھاتا ہے۔{احمد، ابوداود، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اسکی اسناد حسن ہے، امام نووی نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔}

ابوداود کی روایت میں ﷺ 《من الغنم》 ﷺ کے الفاظ زیادہ ہیں۔

اس باب میں ابوہریرہ کی حدیث آئی ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﷺ 《جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے گھروں کو جَلا ڈالنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے》۔ ﷺ{مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، حدیث کچھ لمبی ہے۔} اور ابن مسعود کی حدیث ﷺ 《اور میں نے دیکھا(جماعت کی)نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر وہ منافق جسکا نفاق معلوم ہو》۔ﷺ {مسلم، حدیث کافی طویل ہے۔} اور مشہور ابنِ ام مکتوم کی حدیث بھی، سیدنا ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک آنکھوں سے بے نیاز شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ!ﷺ میرے پاس کوئی راہنما نہیں جو مجھے مسجد تک لے جائے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت مانگی کہ آپ انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائیں،سو آپ نے انہیں اجازت دی، جب وہ پلٹ کر جانے لگے تو آپ نے انہیں بلا کر پوچھا ﷺ: 《کیا تمہیں نماز کیلیے دی گئی اذان سنائی دیتی ہے》 ؟ﷺ انہوں نے کہا: ہاں، فرمایا ﷺ 《تب تم جواب دو》 ۔ﷺ(جماعت کیلیے حاضر ہوا کرو۔){مسلم، نسائی، بیہقی} نیز مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر وغیرہ(ابوہریرہ اور ابن عباس) کی مرفوع حدیث سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر فرماتے ہوئے سنا

ﷺ 《لوگوں کو انکے جماعت(جماعات) چھوڑنے سے ضرور باز آجانا چاہیے، ورنہ اللہ ضرور انکے دلوں پر مہر لگائیگا، پھر وہ غافلین میں سے ہوجائینگے》 ۔ﷺ{تلخیص الجبیر، ٦٦، جلد ثانی، اور انکے محشی۔}

آہ! والد صاحب نوراللہ مرقدہ

بقلم :- مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری

اکیلے تھے مگر آباد کردیتے تھے ویرانے : بہت روتی ہے تیرے بعد بابا شامِ تنہائی

تاریخ و فات ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۲۰۱۷ء

بمقام مکۃ المکرمہ تدفین جنت المعلی قبر نمبر ۲۰۷ بلاک نمبر ۵

ربّ کائنات کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ابتدائے آفرینش سے ہی جب اس دنیا کو عدم سے وجود بخشا تو صاف لفظوں میں اعلان کردیا کہ اے انسانوں یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں بلکہ میں نے اسے تمہارے لیے آخرت میں ذخیرہ کرنے کے لیے بنایا ہے اور چونکہ اس دنیائے دنی سے اپنے محبوب کو گذارنا تھا تاکہ ہم اس کے بتائے ہوئے عمل کو اپنی زندگی گزارنے کا طریقہ بناسکیں، تو اس دنیا کو تھوڑا زیب وزینت بھی بخش دی تاکہ محبوب ربّ کائنات کا استقبال بھی ہوسکے اور انسانوں کے لئے ایک امتحان گاہ بھی.... کہ کون نعمتوں کی رنگینیوں میں رہ کر بھی اپنے منعم کو یاد رکھتا ہے اور کون نعمتوں میں الجھ کر منعم حقیقی کو فراموش کربیٹھتا ہے؟

اسی دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی آئے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وفرمودات کو یکسر نظرانداز کرکے دنیا کی دلکشیوں میں کھوگئے اور اپنے آنے کے مقصد کو بھول بیٹھے وہ اس دنیا کو ہی اپنی منزل سمجھ بیٹھے اور دنیا کی آرائش وزیبائش میں اتنا محو ہوئے کہ اپنی طرف بڑھتے موت کے پنجوں کی آہٹ کو بھی نہ سن سکے، اورانہیں احساس

بھی نہ ہوا کہ دنیا کی دلفریبیوں میں پڑکر انہوں نے کس ربِّ عظیم کے احکامات کو بھلا دیا، حالانکہ ان کے سامنے ناجانے کتنی کلکاریوں نے اپنی مسکراہٹیں بکھیریں اور نہ جانے کتنے نوحوں کی دلدوز صداوں نے ان کے کلیجوں کو چھلنی کیا اور نہ جانے کتنے ان کے اپنوں کی زندگیوں سے بھرپور کشتیوں کو وقت کے تھپیڑوں نے موت کے اتھاہ سمندر میں غرقاب کردیا، موت کا فرشتہ روزآنہ طائر روح کو ربّ ذوالجلال کے حکم کے پنجرے میں بند کرکے یہ اعلان کرتا رہا کہ.... ان الحکم الاّ اللہ۔

لیکن نعمتوں میں کھویا انسان اپنے منعم کی یاد کو اپنے اندر سمونہ سکا، جاگا تو تب جب موت سے پہلے کے سناٹے نے اس کی روح کو ہلاکر رکھ دیا، مگر افسوس اب یہ جاگنا کسی کام کا نہ رہا، اس لیے کہ عمر مستعار نے اپنا طے شدہ وقت مکمل کرلیا، اب سوائے افسوس اور ندامت کے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔

کاش! وقت رہتے نعمتوں کے دینے والے مالک کو یاد کرلیتا تو کف افسوس نہ ملنا پڑتا.... خیر....! اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم دیں!!

وہیں دوسری طرف اسی دنیا میں کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی تھے جنھوں نے گونا گونعمتوں اور آرائشوں کے باوجود ربّ حقیقی سے اپنے تعلقات کو اس قدر استوار رکھا کہ ان کی زندگیاں بہتوں کے لیے راہ عمل بن گئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو انہوں نے اپنی زندگیوں کا اوڑھنا بچھونا بنالیا، پھر کیا تھا ربّ کائنات نے ساری کائنات کو ان کا خادم بنادیا، اور وہ لوگ مالک حقیقی کی محبت میں سرشار للہ کے بندوں کے دلوں میں محبت کی آگ لگاتے چلے گئے اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ حیات کو مالک حقیقی پر فدا کرتے ہوئے اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔اسی سلسلہ کی اہم کڑی

مدرسہ ہذا کے سرپرست ، رسالہ "فیضانِ اشرف" کے بانی میرے شیخ ومربی والد محترم محسن الامت حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری ہیں

جو ۲۱ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰نومبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات بعد نماز فجر مکۃ المکرمہ میں فانی زندگی سے ابدی زندگی کی طرف مسکراتے ہوئے کوچ کرگئے "انا للہ وانا الیہ راجعون"

حضرت والا صحیح معنوں میں روح تھانوی کے قوی علمبردار، شاہ پھولپوری کے سچے جانشین ، محی السنہ کے تربیت یافتہ اور مجاز، بہترین مربی و مصلح بے مثال مفسر ومحدث، اعلیٰ اخلاق سے مزین، عظیم ملی سرمایہ تھے۔ع:- **آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے**

آپ کی رحلت ایک ذات نہیں پورے ایک عہد کا خاتمہ ہے۔

بچھڑا وہ اس اداءسے کہ رت ہی بدل گئی ایک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

ہم قضاءوقدر کے ہر فیصلہ کو بلاچوں چرا کے تسلیم کرتے ہیں اور غم کی اس تاریکی میں کلمات نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہیں

ان للہ مااخذ ولہ ما اعطی وکل شئٍ عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب

ربّ کائنات حضرت والا کو اپنی شایان شان جزاءوبدلہ عطاءفرمائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام خاص نصیب فرمائیں۔

نیز ہم جملہ اعزہ واقارب خصوصاً والدہ محترمہ اور متعلقین ومحبین کو صبر جمیل عطاءفرمائیں اور حضرت والا کے تمام مشن کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے قبول فرمائیں۔ (آمین)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

انمول موتی

بقلم :- پاسبانی احباب

(1) جب وہ بیمار ہوتے ہیں ، جنھیں ہم پسند کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں: # آزمائش ہے!
اور جب وہ بیمار ہوجاتے ہیں, جن سے ہم نفرت کرتے ہیں وہ تو ہم کہتے ہیں: #سزا ہے !
براہ کرم ! خدا کی تقدیر کو اپنی پسند کے مطابق تقسیم کرنے سے بچو

از مولانا محمد رضوان اعظمی

(2) ماچس کی تیلی کا سر تو ہوتا ہے مگر دماغ نہیں ہوتا،اس لیے ذرا سی رگڑپر بھڑک اٹھتی ہےاور اپنی ہی آگ میں جل کر ختم ہو جاتی ہے،حاسد کی مثال بھی کچھ ایسی ہی ہے

از مولانا عبدالحکیم حلیمی امبیڈکرنگری

(3)بانی مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم حضرت والا شاہ عبد الغنی پھولپوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ،احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے، اور اپنے لئے مصیبتیں تیار کررہا ہے.
نیک گمان کرکے مفت میں ثواب لو، اور بدگمانی کرکے دلائل پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کو نہ پھنساؤ

انتخاب :- مفتی شاکر نثار المدنی

(4) اگر نیک بننا ہے تو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا پسند کرو، برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر نیک بننا ایسا ہی ہے جیسے کیچڑ میں بیٹھ کر چمکنے کی امید رکھنا

از :- مولانا عبدالحکیم حلیمی امبیڈکرنگر

(5) حیوان اس وقت خطرناک ہوتا ہے جب وہ بھوکا ہوتا ہے

جبکہ انسان اس وقت خطرناک ہوجاتا جب اسکا پیٹ بھر جاتا ہے

از مولانا عبیداللہ اعظمیٰ

(6) دس ہزار کا بیگ مت خریدو پانچ سو کا بیگ لو اور نو ہزار پانچ سو روپئے اسکے اندر رکھو.

یاد رکھو! امیر دکھائی دینے کا شوق تمہیں برباد کردے گا

از ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

ہمارے مسائل اور ان کا حل

بقلم :- مفتی شاکر نثار المدنی

مسئلہ نمبر ۲۱

دوسری رکعت میں کھڑے ہوکر بیٹھ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے!

سوال: حافظ صاحب دوسری رکعت میں کھڑے ہوگئے مقتدیوں نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے، پھر بغیر سجدہ سہو کے سلام پھیر دیا نماز ہوئی کہ نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبد الحمید قاسمی ممبر پاسبان علم وادب.

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب: صورت مسئولہ میں قعدہ اخیرہ میں تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو واجب تھا اور امام نے سجدہ سہو نہیں کیا اس لیے اس نماز کا اعادہ ضروری ہے

ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه عاد ما لم يقيدها بسجدة؛ لأن ما دون الركعة محل الرفض وسجد للسهو لتأخير القعود. (شامي ۲/۸۵ کراچی، ۲/۵۵۰ زکریا). هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند---------

1439-9-5ھ 21-5-2018م الاثنين----------

مسئلہ نمبر ۲۲

چار لاکھ ترکہ کی تقسیم

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ / امید کہ بخیر ہوں گے

ایک مسئلہ دریافت طلب ہے وہ یہ کہ ایک شخص کا انتقال ہوجاتا ہے۔اور وہ اپنی وراثت میں 4 لاکھ روپئے چھوڑ جاتا ہے اس مرحوم کے ورثاء میں بیوی اور چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، اس روپئے کو تقسیم کیسے کریں گے؟ سب کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ برائے مہربانی جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی. فقط والسلام

المستفتی شفیع اللہ اعظمی امام و خطیب دبئ

الجواب باسم الملهم للصدق والصواب. وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

صورت مسئولہ میں مسئلہ 80 سے بنے گا بیوی کا دس حصہ 4لڑکوں کا مجموعی حصہ 56اور 2بیٹیوں کا مجموعی حصہ 14 ہوگا.

یعنی چار لاکھ میں سے بیوی کو پچاس ہزار ہر لڑکے کو ستر ہزار اور ہر لڑکی کو پینتیس ہزار ملے گا؛ بشرطیکہ حقوق متقدمہ علی الإرث کی ادائیگی ہوچکی ہو. نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں.

لڑکا	70000	بیوی	50000
لڑکا	70000	لڑکی	35000
لڑکا	70000	لڑکی	35000
لڑکا	70000	کل :-	400000

قال الله تعالى : يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (سورة النساء : 11).

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (سورة النساء :12).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفر له

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند----------

1439/9/6ھ 2018/5/22 م الثلاثاء-----------

مسئلہ نمبر ۲۳

نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا

سوال :- اگر نماز تراویح میں امام کے پیچھے کوئی حافظ نہ ہو تو غلطی سے بچنے کیلئے امام ہاتھ میں قرآن لیکر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی فیض احمد نالندہ بہار

الجواب بأسم الملهم للصدق والصواب : تراویح یا کسی بھی نماز میں اگر نمازی قرآن کو دیکھ کر قرأت کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی.

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: نهانا أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنه أن نؤمَّ الناس في المصحف ونهانا أن يؤمَّنا إلا المحتلم۔ (كنز العمال ۱۲۵/۸ رقم: ۲۲۸۳۲، إعلاء السنن ۶۱/۵ رقم: ۱۴۱۷)

وإن قرأ المصلي القرآن من المصحف أو من المحراب تفسد صلاتهٗ عند أبي حنيفة۔ (حلبی کبیر ۴۴۷ لاہور)

وإذا قرأ الإمام من المصحف فسدت صلا ته عند أبي حنيفة رحمه اللّٰہ۔ (حلبي كبير ۴۴۷، ہدایۃ ۱۳۷/۱).

واللہ أعلم وعلمه أتم وأحكم

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفر له

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند ---------

6 - 9 - 1439ھ 22 - 5- 2018 م الثلاثاء -------

مسئلہ نمبر ۲۴

روزہ کی نیت کی دعا کا ثبوت

سوال: بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ / اس دعا کی حقیقت کیا ہے اور اسکا ثبوت.؟

المستفتی: مفتی محمد أجود اللہ پھول پوری

الجواب باسم الملہم للصدق والصواب:-مذکورہ دعا کے بارے میں عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ إنما الأعمال بالنیات کو مد نظر رکھتے ہوئے علمائے کرام نے عوام کی سہولت کے لیے اس طرح کے جملوں کو کتابوں میں نقل کیا ہے تاکہ زبان سے عربی میں نیت کرنا چاہیں تو آسانی سے کرلیں جبکہ نیت صرف دل کے ارادہ کا نام ہے؛ لیکن زبان سے نیت کرلینے سے عوام کو اطمینان رہتا ہے اسی لئے بعض فقہی کتابوں میں ان جیسے الفاظ سے نیت کرنے کو سنت قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کے ذریعہ نیت کرنا ثابت نہیں ہے۔

قال في الدر المختار: قال الحدادي: والسنة أن يتلفظ بها.

قال الشامي: قوله: والسنة أي سنة المشايخ لا النبي صلى الله عليه وسلم لعدم ورود النطق بها عنه.

وقوله أن يتلفظ بها أي نويت الصوم غداً أو هذا اليوم إن نوى نهارا، لله عزوجل من فرض رمضان. (رد المحتار 3 345، زكريا ديوبند).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند --------

7 - 9 - 1439ه 23 - 5 - 2018 م الأربعاء ------

مسئلہ نمبر ۲۵

۱۹ لاکھ ترکہ کی تقسیم.

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
زید کا انتقال ہوگیا ہے، مرحوم کی جائداد انیس لاکھ روپئے میں فروخت ہوئی ہے ، ورثا میں ایک بیوی، تین لڑکے، چار لڑکیاں ہیں.
کس کو کتنا لا کھ ملے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ ثواب کے مستحق بنیں

المستفتی : عبدالحمید قاسمی چماواں اعظم گڑھ

الجواب باسم الملہم للصدق والصواب صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الإرث کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے ترکہ کو اسّی (80) حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے بیوی کو دس (10) حصہ، تینوں لڑکوں کو مجموعی طور پر بیالیس (42) حصہ، (ایک لڑکے کو چودہ (14) حصہ) اور چاروں لڑکیوں کو مجموعی طور پر اٹھائیس (28) ایک لڑکی کو سات (7) حصہ ملے گا.
اس لحاظسے انیس لاکھ روپئے میں سے بیوی کودو لاکھ سینتیس ہزار پانچ سوروپئے (237,500) اور ایک ایک لڑکے کو تین لاکھ بتیس ہزار پانچ سو روپیے (332,500) اور ہر لڑکی کو ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار دو سو پچاس روپئے (166,250) ملیں گے، نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں.

بیوی	237,500	لڑکی	166,250
لڑکا	332,500	لڑکی	166,250
لڑکا	332,500	لڑکی	166,250
لڑکا	332,500	لڑکی	166,250

کل :- 1,900,000

قال الله تعالى : يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ (سورة النساء :11)، وقال تعالى : وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ (سورة النساء :12).

هذا ما ظهر لي والله أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حرره العبد محمد شاكر نثار المدني القاسمي غفرله

استاذ الحديث والفقه بالمدرسة الإسلامية العربية

بيت العلوم سرائمير اعظم جره الهند ---------

7 - 9 - 1439ه 23 - 5 - 2018 م الأربعاء -------

ایک دن اپنے مشفق استاذ کے دیار میں

بقلم :-ضیاء الحق خیر آبادی (حاجی بابو)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(کیمور اور اس کے مضافات کا ایک روزہ سفر)

مولانا محمد افضل صاحب مدظلہ (سابق استاذ مدرسہ منبع العلوم وحال استاذ دارالعلوم دیوبند) میرے مشفق ترین اساتذہ میں سے ہیں ، میں نے ان سے فارسی کی ڈھیر ساری کتابیں پڑھی ہیں،اور عربی اول میں نحومیر وشرح مائۃ عامل پڑھی ہے۔ مولانا نے میری درخواست پر گلزار دبستاں، کریما ، پند نامہ ، مامقیماں ،مفتاح القواعد، اخلاق محسنی ویوسف زلیخااور علامہ شبلی نعمانی کی شعر العجم جیسی کتابیں پڑھائیں ، مولانا کو پڑھانا نہیں گھول کر پلانا آتا تھا ، وہ طالب علم کواس کے موضوع سے ایسا والہانہ لگاؤ اور تعلق پیدا کردیتے تھے کہ وہ اس پر مر مٹتا تھا ، افہام و تفہیم کا ایسا زبردست ملکہ تھا کہ باتیں خود بخود حافظہ اور وِجدان میں اپنی جگہ بناتی چلی جاتی تھیں ، ان سے جو کچھ فارسی پڑھی مدرسہ کے نظام سے ہٹ کر پڑھی، لیکن انھوں نے بغیر کسی گرانی کے جس قدر شفقت ومحبت سے پڑھایا اس پر میرا پورا وجود ان کا شکرگزار ہے ، دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ ہر طرح کے شرور وفتن سے انھیں محفوظ رکھیں اور ان پر اپنا فضل خاص فرمائیں۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند جیسی مرکزی درسگاہ کے ایک اہم استاذہونے اور اہم عہدوں پر رہنے کے باوجود مولانا موصوف اب بھی وہی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے ہیں جو کبھی

فارسی پڑھنے کے زمانہ میں تھی، میں اس بات پر للہ تعالیٰ کا حد درجہ شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے ہر دور اور ہر زمانے میں اساتذہ کی محبت وشفقت اور ان کا اعتماد حاصل رہا۔

مولانا کا آبائی وطن یوپی سے متصل صوبہ بہار کا ایک گاؤں "لے دری"ہے ، جو پہلے ضلع رہتاس میں تھا اور اب اس سے کٹ کر بننے والے ضلع "کیمور" کا حصہ ہے ۔ مولانا نے مدرسہ قرآنیہ ، بڑی مسجد جون پور میں قرآن کریم حفظ کیا ، اور وہیں مولانا محمد ایوب صاحب(ہنسور، فیض آباد) سے...... جو فارسی زبان میں اختصاص رکھتے تھے...... فارسی اور عربی اول ، دوم تک کی تمام کتابیں پڑھیں ، وہاں سے جامعہ اسلامیہ بنارس گئے جہاں عربی سوم سے جلالین شریف تک تعلیم حاصل کی ، وہاں جن اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا حبیب الرحمن صاحب جگدیش پوری(استاذ دارالعلوم دیوبند)اور مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صاحب صدیقی(پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) جیسے نامور اہل علم شامل ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں دوسال رہ کر مشکوٰۃ شریف اور دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی فراغت ۱۹۸۱ء میں ہوئی۔ تدریس کا آغاز مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں سے کیا، تین سال وہاں رہے، اس کے بعد مدرسہ منبع العلوم خیر آباد آگئے ، یہ ۱۹۸۳ء کا اخیر وقت تھا، اس کے بعد تقریباً ۲۳ سال یہاں تدریس سے منسلک رہے ،آپ کا درس اپنی مثال آپ تھا ، تفہیم پر بے پناہ قدرت تھی ، منبع العلوم کے مقبول ترین اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا ،کچھ عرصہ کے بعد مولانا کو یہاں کا ماحول اس قدر راس آیا کہ یہیں مکان بناکر مستقل بود وباش اختیار کرلی، اس وقت ان کو خیال بھی نہ آتا رہا ہوگا کہ کبھی منبع العلوم سے علیٰحدگی کی نوبت بھی آسکتی ہے ۔ ۲۰۰۵ء میں کچھ ایسی

صورتحال پیش آئی کہ مولانا کو منبع العلوم چھوڑنا پڑا، لیکن اسی ساتھ ان کو دارالعلوم دیوبند میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ کی نظامت تعلیمات کا زمانہ تھا، انھوں نے مولانا سے دارالعلوم میں تدریس کی پیشکش کی، اس طرح نہایت اعزاز کے ساتھ مولانا ۲۰۰۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوگئے اور وہاں بھی ان کا درس انتہائی مقبول ہے، کچھ عرصہ ناظم دارالاقامہ، نائب ناظم تعلیمات وقائم مقام ناظم تعلیمات بھی رہے، تعلیمات سے وابستگی کا کل زمانہ تقریباً پانچ سالوں پر محیط ہے، اس دوران کئی اہم امور انجام پائے، جس میں آپ کا کلیدی رول رہا۔☆ جیسے اساتذہ کی ترقی کے نئے ضابطہ کی ترتیب کے لئے شوریٰ نے ایک دستور ساز کمیٹی تشکیل دی، جس کے آپ کنویز رہے، پھر نیا ضابطۂ ترقی رہنماخطوط کے ساتھ مرتب ہوا،منظور ہوا اور اسی قلیل عرصہ میں نافذ بھی ہوگیا۔☆ اسی طرح عربی اول سے ہفتم تک کے تمام درجات کی کتابوں کا ماہانہ نصاب مقرر ہوا۔ ☆دورۂ حدیث کی تمام کتابوں کی تفصیلی تدریس کے لئے ابواب کا انتخاب ہوا، جس پر مجلس تعلیمی اور شوریٰ نے اپنی مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ بارہا آپ ناظم امتحان بھی رہے، چونکہ مزاج میں تنظیم وترتیب بہت ہے، اس لئے اس کو بھی اچھی طرح منظم کیا، کاپیوں کے جانچنے کے لئے اصول وضوابط مقرر کئے، جو مطبوعہ شکل میں ممتحن حضرات کو دیئے گئے کہ اسی کی روشنی میں نمبرات دیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا نے اپنی افتاد طبع کے خلاف یہ تمام ذمہ داریاں ایک بڑے کے احترام میں قبول کیں اور اسے احسن طریقے سے پورا کیا۔ورنہ خیرآباد کے زمانہ میں مولانا کو جیسا ہم لوگوں نے دیکھا ہے کسی کو تصور بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ کبھی کوئی معمولی ذمہ داری بھی قبول کرسکتے ہیں۔

مجھے مولانا کے محاسن وکمالات پر کوئی مقالہ نہیں لکھنا ہے ، بس سرسری طور جو باتیں ذہن میں آتی گئیں وہ نوک قلم سے ٹپکتی چلی گئیں ، ورنہ جو کچھ مولانا کے تئیں میرے احساسات وجذبات ہیں اسکا کچھ حصہ بھی بیان نہ کرسکا۔ کلیم عاجز صاحب کیا خوب کہہ گئے

عاجز کا دل بہت بڑا ہے........ ظرفِ زمانہ چھوٹا ہے

ڈھیروں ڈھیروں بات ہے لیکن تھوڑا تھوڑا بولے ہے

بہر حال ان تمہیدی کلمات کے بعد اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ ۲۰ نومبر ۲۰۲۰ء جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد بغیر کسی سابقہ اطلاع کے مولانا کا فون آیا کہ میں جون پور آیا ہوں ،اور رات میں خیر آباد پہنچ رہا ہوں ، تم سفر میں تو نہیں ہو ، میں نے کہا کہ نہیں، میں گھرپر موجود ہوں ۔ دیوبند جانے کے بعد جب کبھی بھی مولانا ایک دوروز کے لئے خیر آباد تشریف لاتے ہیں تو ازراہ شفقت قیام اپنے اس شاگرد کے یہاں فرماتے ہیں ، جو میرے لئے سعادت کی بات ہے ۔ شام کو مولانا تشریف لائے ،اتوار کی صبح تک قیام فرمایا ، اس دوران جامعہ رحمانیہ ولید پور ، مدرسہ منبع العلوم خیر آباد اور مولانا کے محلہ میں مسجد علی میں ان کی تقریریں ہوئیں ، میں سب میں شریک رہا۔ اس سفر میں مولانا کے ساتھ ان کے دوست اور جامعہ حسینیہ جون پورکے شعبہ حفظ کے قدیم ترین استاذ حافظ عمرفاروق صاحب بھی تھے ۔ اتوار کو مولانا کا ارادہ اپنے آبائی وطن جانے کا تھا ، مولانا کی خواہش پر میں بھی ساتھ ہولیا کہ مولانا کا وطن بھی دیکھ لوں اور کیمور کے پہاڑی سلسلے کی بھی سیر ہوجائے۔ اتوار کی صبح آٹھ بجے خیر آباد سے اپنے مخلص وبے تکلف دوست محترم طارق غفران صاحب کی گاڑی سے نکلے ، مولانا اور حافظ فاروق صاحب کے علاوہ مولانا کا بھتیجا احمد بھی ساتھ تھا، راستہ میں مدرسہ قاسم العلوم زمانیہ میں کچھ دیر کے لئے رکے ،

بانی مدرسہ مولانا صلاح الدین صاحب کے صاحبزادے عزیزم مولانا حسین احمد سلّمہ جو شیخوپور میں مجھ سے پڑھے ہوئے رابطہ میں تھے ، انھوں نے مدرسہ کے گیٹ پر ہم لوگوں کا استقبال کیا، ان کے والد محترم سے بھی ملاقات ہوئی جو اس وقت مختلف قسم کے امراض وعوارض میں گھرے ہوئے ہیں ، باری تعالیٰ انھیں صحت وعافیت عطا فرمائیں۔

پندرہ منٹ مولانا کی خدمت میں رہے ، اسی دوران چائے پی گئی اور واپسی کی اجازت لے کر آگے نکل گئے ، یہیں استاذ زادۂ عزیز مولانا محمد راشد اعظمی سلّمہ سے ملاقات ہوئی ، میں نے کہا کہ مفتی عبد الرحمن صاحب کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے ، اچانک پروگرام کی وجہ سے میں ان کو مطلع نہ کرسکا ، ورنہ ان سے بھی ملاقات کی کوئی شکل نکالی جاتی ، معلوم نہیں گھر پر ہیں یا نہیں ؟ اس نے کہا کہ آج ان کے بیٹے مولوی حمزہ کا ولیمہ ہے میں اسی میں شرکت کے لئے جارہا ہوں ، یہ بات چائے پیتے ہوئے انھوں نے بتائی ، میں نے کہا کہ آگے پروگرام کی وجہ سے اب اس میں ترمیم کی گنجائش بھی نہیں ہے ورنہ وہ بھول گئے تو کیا ہوا ،میں خود حاضر ہوجاتا، بہر حال مفتی عبد الرحمن صاحب سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس رہا۔ وہاں سے نکلے تو حافظ فاروق صاحب کے متعلقین میں سے قاری نہال صاحب کا ایک مدرسہ ہے کچھ دیر وہاں رکے ، اس کے بعد نکلے تو مولانا کے گاؤں "لے دری" پہنچے ، خیر آباد سے اس کی مسافت براہ زمانیہ ۱۲۵ کلومیٹر ہے ، لیکن راستہ بہت شاندار ہے ، تین گھنٹے میں ہم لوگ وہاں پہنچ گئے تھے ۔ گاؤں کے باہر مولانا کے چچازاد بھائی نیاز صاحب کا ایک اسکول ہے ، وہیں کچھ دیر رکے ، نیاز صاحب کو لے کر حافظ فاروق صاحب کے گھر توڑی بھگوان پور کے لئے نکل گئے ، پروگرام یہ بنا کہ صبح جب وہاں سے واپسی ہوگی تو تب گاؤں میں کچھ دیر رکیں گے ، بارہ بجے وہاں سے نکلے ۔

راستہ میں بھبھوا کا بورڈ دیکھ کر مجھے مدرسہ منبع العلوم کے قدیم طالب علم اور میرے بھائی مولانا منظور الحق صاحب کے رفیق درس مولانا آفتاب عالم صاحب کی یاد آئی ، میں نے مولانا سے کہا کہ اگر بآسانی آفتاب بھائی سے ملاقات ہوجاتی تو بہت اچھا ہوجاتا ، مولانا کے یہاں اپنے لوگوں کی رعایت بہت ہے ، کہنے لگے کہ ضرور ملاقات کریں گے ، آفتاب بھائی کو فون کیا اور ان کی دوکان پر پہنچ گئے جو بھبھوا شہر کی مین مارکیٹ میں ہے ، یہ کپڑوں کے بہت بڑے ہول سیلر ہیں ، کچھ دیر ان کے پاس رہ کر منبع العلوم کے عہد رفتہ کو یاد کیا گیا، انھوں نے رَس ملائی سے ضیافت کی۔ یہاں سے نکلے تو دس پندرہ منٹ میں حافظ فاروق صاحب کے گھر پہنچ گئے ، ظہر کی نماز ادا کرکے کھانا کھایا گیا، کھانے میں حافظ صاحب نے بہت اہتمام کیا تھا ، کھاکر فارغ ہوئے تو تین بج گئے ، کچھ دیر آرام کرکے ساڑھے تین بجے عصر کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھی گئی اور پہاڑ کی سیر کے لئے گاڑی سے نکل گئے ، مولانا کے علاوہ ساتھ میں حافظ صاحب کے صاحبزادے بلال بھائی اور مولانا کے چچازاد بھائی نیاز صاحب تھے۔ پہاڑ کو تراش کر نہایت عمدہ سڑک بنائی گئی ہے ، اونچی نیچی ، بل کھاتی ہوئی پہاڑی سڑک پر کار سے چلنا ڈرائیونگ کا امتحان تھا ، لیکن ہمارا ڈرائیور عمران احمد واقعی کافی ماہر تھا ، کہیں کہیں تو ایسے موڑ ملے کہ ذرا سی بے احتیاطی ہزاروں فٹ گہری کھائی میں پہنچادیتی ،۲۰ کلومیٹر چلنے کے بعد ایک تفریحی مقام" تلہاڑ کنڈ" پہنچے ، جہاں پہاڑی چشموں کا پانی برسات کے زمانے میں پوری قوت سے گرتا ہے ، اس وقت بھی برسات نہ ہونے کے باوجود چشمے کا صاف شفاف پانی معتدل رفتار سے بہت سی جگہوں پر گرگر کر ہزاروں فٹ گہری کھائی میں جارہا تھا یہ حسین منظر نگاہوں کے لئے باعث تسکین تھا ، ہم لوگ تقریباً تین ہزار فٹ کی بلندی پر تھے، وہاں سے نشیبی علاقہ

جہاں پانی گرکر جمع ہورہا تھا دیکھتے ہوئے عجیب طرح کا خوف محسوس ہورہا تھا، پہاڑ کے کنارے ریلنگ وغیرہ کے ذریعہ کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی، اس لئے ہر سال دوچار لوگ وہاں سے کھائی کی گہرائی دیکھنے کے چکر میں نیچے گرکر لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ آس پاس کے خوبصورت ودلکش مناظر قدرت کو دیکھ کر جی یہی چاہ رہا تھا کہ کچھ وقت مزید یہاں گزارا جائے۔ جب ہم لوگ حافظ صاحب کے گھر سے نکل رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ چائے پی کر جایئے، اس وقت جی نہیں چاہ رہا تھا تو کہہ دیا کہ ابھی نہیں واپس آکر پی لیں گے، تو ان کے صاحبزادے حافظ رشید احمد صاحب نے کہا کہ میں چائے بنواکر وہیں پہاڑ پر لاؤں گا، وہ مغرب سے کچھ پہلے مٹھائی، نمکین اور چائے لے کر پہنچ گئے، اس وقت ٹھنڈ کی وجہ سے چائے کی طلب بھی ہورہی تھی، چائے بالکل بروقت ملی۔ مغرب کا وقت ہورہا تھا، چشمہ کے پانی سے سب لوگوں نے وضو کیا اور پہاڑی پر ہی نماز ادا کی گئی۔ سورج ڈوبتے ڈوبتے ٹھنڈ بہت بڑھ گئی، واپسی میں دیکھا کہ چرواہے اپنے جانوروں کو چرا کر واپس لے جارہے تھے، جگہ جگہ گائے، بھینس اور بھیڑوں کے جھنڈ ملے، واپسی میں پہاڑ سے نیچے آبادیوں میں جلتی لائٹوں کا منظر بہت بھلا لگ رہا تھا، لیکن دیہات ہونے کی وجہ سے لائٹوں کی وہ چکاچوند نہیں تھی جو مکہ مکرمہ ودیگر بڑے شہروں میں دیکھ چکا تھا۔

حافظ صاحب کے گھر پہنچ کر کچھ دیر آرام کرکے عشاء کی نماز پڑھی گئی اس کے بعد کھانا کھاکر سوگئے، صبح سے مسلسل سفر اور پہاڑ کی تفریح نے کافی تھکادیا تھا، لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گئے۔ واپسی کا پروگرام یہ تھا کہ ساڑھے پانچ بجے فجر پڑھ کر نکلیں گے، چنانچہ فجر بعد چائے پی کر سوا چھ بجے نکلے۔ یہ علاقہ بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے، یہاں سے قریب رہتاس گڑھ ہے، جہاں قدیم بادشاہوں کی یادگاریں موجود ہیں،

یہیں ہندوستان کا نامور بادشاہ شیر شاہ سوری ابدی نیند سورہا ہے ، مولانا نے بتایا کہ یہاں کے ان پہاڑی سلسلوں کو ہی کیمور کہا جاتا تھا، اور اب یہ ضلع کا نام پڑ گیا ہے ۔ دہلی کے بادشاہوں نے جب جب مشرقی ہندوستان یعنی بنگال وغیرہ پر فوج کشی کی ہے تو ان کی گزرگاہ یہی علاقہ رہا ہے ، چنانچہ بہت سی جگہوں پر شہداء کی قبریں ہیں ، مشہور ہے کہ سید سالار مسعود غازی کے رفقاء کا گزر بھی یہاں سے ہوا ہے ، بھبھوا سے متصل ایک جگہ چَین پور ہے جہاں شیر شاہ سوری کے داماد بختیار خاں کا مقبرہ ہے ، اسی سے متصل ایک پہاڑی کے دامن میں ایک بزرگ محمد عثمان شاہ کا مزار ہے۔ چین پور میں پہنچ کر مولانا کے ایک رشتہ دارکلام الدین صاحب کے یہاں کچھ دیر رکے ، اس کے بعد شیر شاہ کے داماد بختیار خان کے مقبرہ پر گئے ، مولانا آفتاب عالم صاحب بھی وہاں آگئے تھے ، ایک وسیع احاطہ کے بیچ میں ایک شاندار وپُرشکوہ پتھروں سے بنی گنبد نما عمارت ہے ، اس میں پندرہ بیس قبریں ہیں، لیکن کہیں کوئی علامت یا کتبہ وغیرہ نہیں ہے جس سے اس کی تاریخی حیثیت کا پتہ چلے ، عمارت میں دو زینے بھی ہیں جن سے چھت پر جایا جاسکتا ہے لیکن اب ان زینوں کو بند کردیا گیا ہے ۔ مولانا آفتاب صاحب نے بتایا کہ اس احاطہ کا جو گیٹ ہے پہلے اس پر بختیار خاں کے بارے میں فارسی زبان میں کچھ لکھا تھا، گیٹ کی مرمت کے دوران جب اس میں نئے پتھر لگائے گئے تو وہ سب تحریریں ختم ہوگئیں۔

احاطہ کا گیٹ مغل دور کے قلعوں جیسا ہے ، یہ پورا احاطہ محکمہ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے ، باہر اس سلسلہ میں نوٹس بورڈ پر مختلف قسم کی ہدایات لکھی ہوئی ہیں ۔

وہاں سے نکلے تو ایک چھوٹی سی پہاڑی ندی کو پل کے ذریعہ پار کرکے دامن کوہ میں محمد عثمان شاہ کے مقبرہ پر پہنچے ، اس پہاڑ کو ان کے نام پر عثمان کوٹی کہا جاتا ہے ، بلکہ وہاں

مقامی لوگ تو اس میں تخفیف کرکے "عثمن کوٹی " کہتے ہیں ، پہاڑ کی چوٹی پر ایک چبوترہ ہے جس کے بارے میں گمان ہے کہ یہ عثمان شاہ کی ریاضت گاہ ہے، لیکن ہم لوگ اس پر نہیں گئے ۔ عثمان شاہ کے مزار کے احاطہ میں بہت ساری قبریں ہیں ، ان کا عرس بھی ہوتا ہے ، بدعات وخرافات کے قبیل کی جتنی قسمیں ہوتی ہیں جو اس طرح کے مزارات کا خاصہ ہیں وہ سب یہاں بھی ہوتی ہیں ، تھوڑی ہی دیر ہم لوگ وہاں رہے اتنی ہی دیر میں چند ایک ایمان سوز نظارے سامنے آہی گئے ۔ عثمان شاہ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس دور کے بزرگ ہیں، قبر پر بھی صرف نام لکھا ہوا ہے، تاریخ وفات وغیرہ بھی مذکور نہیں ہے۔ یہ سب باتیں قدرے تفصیل سے اس لئے لکھ رہا ہوں کہ اس علاقہ سے تعلق رکھنے والے اہل علم کی نگاہ سے یہ تحریر گزرے تو اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں اور اپنی معلومات سے مجھے آگاہ کریں ، تاکہ مولانا کی خواہش کے مطابق اس علاقہ کی ایک صحیح تاریخ سامنے آجائے ، ان شاء اللہ اس سلسلے میں مجھ سے جو ممکن ہوسکے گا کوشش کروں گا۔

یہاں سے مولانا کے گاؤں " لے دری " پہنچے ، مین روڈ سے بجانب مغرب ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، اسی پچاسی گھروں پر مشتمل ایک خالص دیہات ہے ، اس سے متصل بھی ایک پہاڑی ندی ہے، نیاز بھائی کے گھر پہنچے ، اور ہماری فرمائش پر انھوں نے خالص دیہاتی ناشتہ کرایا جو پکوڑی کی طرح چھنی ہوئی ندی کی مچھلی ، دہی اور گڑ وغیرہ پر مشتمل تھا اور ہم متمدن لوگوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ! ناشتہ کے بعد مولانا اپنے اعزا واقربا سے ملنے کے لئے نکلے ،سامنے گاؤں کی مسجد نظر آئی ،جو مولانا نے دیوبند سے فراغت کے بعد تعمیر کروائی ہے، مولانا تھوڑی دیر اپنے اعزا سے ملتے ہوئے اپنے

گھر لے گئے جہاں اب کوئی نہیں رہتا ہے ، گھر میں تالا لگا ہوا تھا، ان کے سبھی بھائی وطن باہر مقیم ہوچکے ہیں ، گاؤں کے مغربی سمت میں قبرستان ہے ۔ مولانا کی کافی زمینیں وہاں ہیں لیکن اس کے مکین اب شاید ہی وہاں جاسکیں ،اس لئے وطن سے باہر سب اپنی اپنی جگہ مطمئن ہیں ، البتہ گاؤں میں خاندان کی ایک بڑی تعداد موجود ہے ۔ محسوس ہوا کہ اب بھی گاؤں میں مولانا کا بڑا اثر اور احترام ہے۔ دس بجے کے قریب وہاں سے نکلے ، مغلسرائے میں مولانا غلام رسول صاحب قاسمی سے ان کے مدرسہ عرفان العلوم میں جاکر ملاقات کی، مدرسہ ہمارے راستہ سے بالکل قریب تھا ، مولانا ہم لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوئے ، انھوں نے چند ماہ قبل اپنے شیخ مولانا سید خلیل حسین میاں (نبیرہ مولانا اصغر حسین دیوبندی) کی سوانح "ذکر خلیل " کے نام سے لکھی ہے ، وہ ہمیں پیش کی ۔وہاں سے نکلے تو بنارس مولانا کے داماد ڈاکٹر محمد طیب صاحب کے گھر پہنچے ، یہاں میں نے اپنے عزیز دوست مولانا احمد سعید بن حاجی منظور احمد صاحب (ناظم مدرسہ مطلع العلوم کمن گڑھا ،بنارس) کو بلا لیاجو ایک باذوق عالم ہیں ،ان کے والد حاجی منظور صاحب بنارس کے مشہور ومخیر تاجر اور علماء نواز شخص ہیں ، استاذی مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی سے بہت خاص مراسم تھے، مولانا کاقیام بنارس انھیں کے یہاں ہوتا تھا، اسی نسبت سے ہم لوگوں سے بھی ایک خاص تعلق ہے۔ مولانا احمد سعید کچھ دیر ساتھ رہے پھر ایک فوری ضرورت کی بنا پر جلد ہی واپس چلے گئے۔ہم لوگ یہاں سے کھانا کھاکر عصر کی نماز پڑھ کر چار بجے کے قریب نکلے ، اور ساڑھے سات بجے گھر پہنچ گئے ۔ اس طرح یہ سفر اختتام کو پہنچا۔

مولانا کا ٹکٹ دوسرے دن دیوبند کے لئے تھا ، وہ یہیں رک گئے ۔ وہ کل ان شاء اللہ دیوبند کے لئے روانہ ہوں گے ، باری تعالیٰ انھیں صحت وعافیت کے ساتھ رکھیں اور اپنے حفظ وامان میں بخیر وعافیت دیوبند تک پہنچائیں ۔ آمین یارب العالمین

۲۳ نومبر ۲۰۲۰ء مطابق ۷ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ دوشنبہ

لمحہ فکریہ

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

8/نومبر 2016ء بروز منگل تاریخ میں ہمیشہ لکھا جائے گا جب وزیر اعظم ہند کی ایک تقریر میں دو ٹوک لفظوں میں یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ اب رات 12 بجے کے بعد سے پانچ سو (500) اور ہزار کے نوٹ نہیں چلیں گے، انہیں بینک میں جمع کردیں اور اس کے لیے 31 دسمبر 2016ء تک مہلت دی گئی ہے۔

اس اعلان کے بعد پھر کیا تھا، جہاں اس ملک کی اکثریت خط افلاس سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، جس نے اپنی محنت مزدوری سے خون پسینہ ایک کرکے کچھ جمع پونجی بنا رکھی تھی، سب سے زیادہ انہیں کو پریشانی لاحق ہوئی۔

آج بھی وہ روح فرسا منظر آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتی ہیں جب ایک بوڑھا شخص بینک میں لائن لگاتا ہے اور اپنی جوان بچی کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے ان کے سامنے گڑگڑاتا ہے کہ رقم کچھ زائد دے دی جائے مگر وہاں کوئی شنوائی نہیں ہوتی، بالآخر شام ہوتے ہوتے اس کا جنازہ اٹھ جاتا ہے، یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ اس طرح کے بہت سے واقعات اخباروں میں پڑھنے کو ملے۔

ایک غریب شخص جو محنت مزدوری کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا تھا، اس اچانک نوٹ بندی سے اس کے گھر میں فاقہ کی نوبت آگئی۔

اس نوٹ بندی سے مدارس بھی متاثر ہوئے، اور اساتذہ کا متاثر ہونا بھی فطری تھا۔

مگر ایسے وقت میں مدارس نے اپنے اساتذہ کا مکمل ساتھ دیا اور حتی الامکان کسی طرح کی

پریشانی نہیں ہونے دی، وہ قابل مبارک باد ہیں۔

10/نومبر 2016ء بروز جمعرات کوڈھنڈوارہ جون پور میں جمیعت علماء ہند کا ایک پروگرام تھا۔

جس میں *حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم* تشریف لائے تھے، میری بھی شرکت ہوئی تھی، دوسرے دن گھوسی میں پروگرام تھا، وہاں جاتے ہوئے راستے میں جگہ جگہ بھیڑ لگی تھی، یہ دیکھ کر افسوس بھی ہورہا تھا کہ اپنا ہی پیسہ پانے کے لیے آدمی کو اتنی مشقت اٹھانی پڑ رہی ہے۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، ملکی تاریخ میں بہت سے فیصلے ہوئے ہیں اور ہوں گے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، مگر آج گروپ میں *بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم* کی تصویر دیکھی تو بیساختہ یاد آگئی، نوٹ بندی کے کچھ ہی دنوں بعد میرا دیوبند کا سفر ہوا تھا تو میں حضرت سے ملاقات کے لیے جب آپ کے آستانے پر عصر بعد حاضر ہوا تو ایک طالب علم نے آکر حضرت کو کچھ پیسے دیے، حضرت نے ڈائری نکالی اور اس پر کچھ لکھا، پھر فرمانے لگے: نوٹ بندی کے زمانے میں مختلف طلبہ کو پیسے دیے تھے وہی اب لاکر واپس کررہے ہیں۔ بتلایا کہ مجھے بہت پریشانی لاحق ہوئی، ایک طالب علم کو بینک بھیجا اس نے لائن لگائی اور جب قریب پہنچا تو اس نے کہا حضرت آپ آجائیں، اتنے میں ایک شخص آیااس نے لائن سے مجھے نکال دیا مگر پولیس کی مداخلت کے بعد لائن میں لگا تو کسی طرح دو ہزار روپئے ملے، اس وقت حضرت کے انداز بیان نے آبدیدہ کردیا تھا۔

فرمایا کہ تمہارے خسر نے تو بیمار ہونے کی وجہ سے ارباب مدرسہ سے کہا تو انہوں نے کچھ سہولت پیدا کی مگر میں کسی سے کہنے نہیں گیا، غیرت نے گوارہ نہیں کیا۔

آج نوٹ بندی کو چار سال پورے ہوگئے، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں کہ تبصرہ کروں کہ اس نوٹ بندی کے بعد آتنک واد کی کمر ٹوٹ گئی، کالا دھن واپس آگیا اور غیر قانونی لین دین رک گیا۔ یہ تو ارباب سیاست ہی بتائیں گے مگر نوٹ بندی نے جس طرح کی ٹھیس عام آدمی کو پہنچائی اس کی کسک ابھی تک رہ رہ کر یاد آتی ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین ودنیا کی بھلائی سے ہم کنار کرے۔

خودکشی کی وجہ؟

بقلم :- مولانا ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

خودکشی کی سب سے کامن وجہ ڈپریشن ہوتی ہے

اور ڈپریشن کی اہم وجہ اپنے مسایل کا سارا حل خود ہی ڈھونڈھنے کی کوشش ہے۔

ہمیشہ انسان کو عمر کے ہر حصہ میں چند ایسے افراد ضرور منتخب کرنے چاہئے جن سے مسایل ڈسکس کئے جاسکیں وہ غمخوار دوست بھی ہوسکتے ہیں شفیق بھائی بھی ہوسکتے ہیں باشعور بیوی بھی ہوسکتی ہے اساتذہ اور مرشد بھی ہوسکتے ہیں۔

بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی مسئلہ پیش آیا خود سے حل کرنے کی کوشش کی تو سارے راستے بند نظر آئے مگر کسی مخلص سے مذاکرہ کیا تو پل میں ساری گتھیاں سلجھ گئیں۔

نہ صرف ہمیں مخلص دوستوں کی ضرورت ہے بلکہ ہمارے دوستوں کو بھی ہمارے اخلاص کی ضرورت ہے

ڈاکٹر ارشد قاسمی

مسلم سلاطین کی رواداری و مساوات

بقلم :- مولانا محمد صابر القاسمی

اسلام اپنے متبعین کو عدل و انصاف کی سخت تاکید کرتا ہے، ظلم،زیادتی، تشدداوردذندگی کو بالکل پسند نہیں کرتا، ظالم اللہ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں، قرآن کہتا ہے,, ان اللہ لایحب المعتدین: بلا شبہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا،، (البقرة/۱۹۰) اللہ تعالیٰ مومنین کو خطاب کرکے فرماتے ہیں,, یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط:اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو!،،(النساء/۱۳۵) یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو جب بھی اور جہاں بھی قوت، اقتدار اور غلبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بے قابو نہیں ہوئے ہیں، انصاف قائم کرنے میں قوم یا مذہب کی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا، نفرتوں، زیادتیوں اور ناانصافیوں کے بازار گرم نہیں کئے، کسی کے حقوق پامال نہیں کئے، کسی کی عبادت گاہوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی، ہر موقعے پر کشادہ قلبی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا، عدل و انصاف کے قیام میں تعصب، تنگ نظری اور بھید بھاؤ سے بالکل کام نہیں لیا، رسول اللہ ﷺ کے ارشاد و عمل پر، خلفائے راشدین اور مسلم سلاطین کے طرزِ حکمرانی پر ایک نظر ڈال لیجئے! غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری اور مساوات کی جو مثالیں یہاں ملتی ہیں دیگر اقوام میں ملنا مشکل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رض کا ایک بوڑھے یہودی کے پاس سے گزر ہوا وہ بھیک مانگ رہا تھا، حضرت عمر اپنے گھر لائے، کھانے پینے کی اشیاء عطا فرمائیں، اس کا جزیہ معاف

کر دیا، بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر ہم اس کی جوانی کو کھا جائیں اور بڑھاپے میں بے یار و مدد گار چھوڑ دیں تو خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہو گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ عدل و انصاف کے پیکر تھے، ان کی مدت خلافت صرف ڈھائی سال ہے، اس مختصر مدت میں انہوں نے وہ مثالی کارنامے انجام دئے جو تاریخ کا روشن باب ہیں، بیت المال کی حفاظت کا سخت انتظام کیا، ذرا سی بے احتیاطی پر افسر خزانہ سے سخت بازپرس کرتے تھے، اموی خلفاء نے بیت المال کو ذاتی خزانہ سمجھ رکھا تھا اور ذاتی تعیش پر خوب خرچ کرتے تھے، عمر بن عبدالعزیز نے غیر ضروری مصارف پر روک لگا دی اور اسے مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیا، مجبوروں، محتاجوں اور شیر خوار بچوں کے لئے وظیفے مقرر کئے، ملک کے طول و عرض میں غربت و افلاس کا نام ونشان مٹ گیا، جو صدقہ لیتے تھے صدقہ دینے کے قابل ہوگئے، دوسری ماتحت قوموں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا معاملہ کیا جاتا تھا،انہوں نے ذمی کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر کردی، کوئی مسلمان کسی ذمی کے مال کو ہڑپ نہیں سکتا تھا جو ایسا کرتا اسے سخت سزا کا سامنا کرنا پڑتا تھا، شاہ معین الدین ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

,,کسی حکمران کے عدل و انصاف اور ظلم و جور کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار دوسری ماتحت قوموں اور اہل مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرز عمل ہے، اس معیار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور سراپا عدل تھا انہوں نے ذمیوں کے حقوق کی جیسی حفاظت کی اور ان کے ساتھ جو نرمی برتی اس کی مثال عہد فاروقی کے علاوہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں نہیں مل سکتی، ذمیوں کی اور مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت میں سرمو فرق نہیں کیا، ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی، جزیہ کی وصولی میں

نرمی اور سہولت پیدا کی، ان کے لئے ہر طرح کی آسانیاں مہیا کیں، عمال کو وقتاً فوقتاً ان کے متعلق احکام لکھتے رہے،،(تاریخ اسلام؛حصہ دوم:ص/۵۲۵)

صلاح الدین ایوبی کا خصوصی معالج ایک یہودی تھا۔

ہسپانیہ پر مسلمانوں کے قبضہ سے پہلے یہودیوں پر ان کی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں کی وجہ سے عرصۂ حیات تنگ تھا، ان پر ہر طرح کی پابندی تھی، سرکاری مراعات سے محروم تھے، ملازمتوں، اعلیٰ عہدوں اور منصبوں پر ان کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی، طارق بن زیاد نے 711ء میں اندلس فتح کیا تو یہودیوں کو بھی ترقی کے یکساں مواقع ملے، ان پر کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں تھی، اندلس میں مسلمانوں کا دور حکومت یہودیوں کے لئے بھی زریں دور تھا، مسلمانوں نے انہیں ایک باوقار زندگی جینے کا حق دیا تھا۔

محمد بن قاسم نے نہ صرف سندھ کو فتح کیا تھا بلکہ اپنے اخلاق و کردار، عدل و انصاف اور حسن سلوک سے اہل سندھ کے دلوں کو بھی فتح کرلیا تھا، جب اسے گرفتار کرکے عراق بھیج دیا گیا اور اسے قید خانے میں طرح طرح سے اذیتیں پہنچا کر قتل کر دیا گیا تو اہل سندھ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اورانہوں نے اظہار عقیدت کے لئے اس کی تصویر بنا کر رکھی۔

متعصبوں اور تنگ نظروں کی نظر میں اورنگزیب عالمگیر ایک ظالم، جابر، متعصب اور مندروں کو منہدم کرنے والے حکمراں تھے، ان پر مندروں کے انہدام کا الزام لگایا جاتا رہا ہے جبکہ اورنگزیب نے مندروں کو جاگیریں عطا کیں، مولانا شوکت بستوی صاحب پنڈت سندر لال کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں،،ہندو مندروں کے پجاریوں کے پاس اورنگزیب کے دستخطی فرمان موجود ہیں جن میں خیرات اور جاگیروں کے عطا کئے جانے کا

تذکرہ ہے اس قسم کے دو دستخطی فرمان اب تک الہ آباد میں موجود ہیں جن میں سے ایک اریل میں شومیشور ناتھ کے مشہور مندر کے پجاریوں کے پاس ہے،،(اسلامی رواداری:/۱۱۵) اورنگزیب کے اعلیٰ حکام میں ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، افغانستان جو خالص مسلم آبادی کا صوبہ تھا اس کا گورنر ایک ہندو راجپوت تھا، بلا شبہ اورنگزیب نے کچھ ایسے مندروں کو منہدم کیا ہے جن میں پوجا پاٹ نہیں بلکہ حکومت کے خلاف سازشیں رچی جاتی تھیں، ایسی عبادت گاہوں کو جو عداوتوں، بغاوتوں، ہنگاموں اور سازشوں کا صدر مقام ہوں دنیا کی کونسی حکومت، کونسا قانون اور کونسا حکمراں برداشت کرے گا؟

تاریخ کو توڑنے مروڑنے اور مسخ کرنے والوں کے عتاب کا شکار ہونے سے ٹیپو سلطان جیسا بہادر اور محب وطن بھی بچ نہ سکا، ان پر غیر مسلموں کو مسلمان بنانے، مندریں گرانے، ہندوؤں اور عیسائیوں پر ظلم ڈھانے کا الزام عائد کیا جاتا ہے، ان الزامات کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ٹیپو سلطان کے یہاں اعلیٰ عہدوں پر ہندو افسران فائز تھے، ہندو برہمن پورنیا سلطنت خداداد کا وزیر خزانہ تھا یہ الگ بات ہے کہ اس نے اس احسان کا بدلہ اپنے محسن کے ساتھ غداری کی شکل میں دیا، وہ سلطان کے راز اس کے دشمنوں تک پہنچاتا تھا، سلطان نے مندروں کو قیمتی نذرانے پیش کئے اور زمینیں عطا کیں، بعض مندروں میں اس کے دئے ہوئے قیمتی نذرانے اور سکے آج بھی محفوظ ہیں، ظالم اور تنگ نظر بھی کہیں ایسا کرتے ہیں؟ وہ تو انصاف کا خون کرتے ہیں، رعایا کو آپس میں لڑاتے ہیں، امن و امان کو غارت کرتے ہیں، افرا تفری کا ماحول پیدا کرتے ہیں، ایسے ایسے قانون بناتے ہیں اور ایسے ایسے فیصلے لیتے ہیں کہ عوام کا جینا حرام ہوجائے۔ مسلم سلاطین کی تاریخ کو غیر جانبداری کے ساتھ، بھید بھاؤ کی عینک اتار کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔

آہ بھی کریں تو کس سے؟...

بقلم :- حافظ خطیب اعظمی

ملک بھر میں آرایس ایس کی 56ہزار شاخوں میں تربیتی پروگرام کو دیکھتے ہوئے ہم بلا ترد اور تحدیث بالنعمہ کے طور پر کہہ سکتے تھے کہ کام، نظم و جہد کی بنیاد پر تبلیغی جماعت کی شکل میں ہمارے پاس ایک ایسی مستحکم، ٹھوس، مربوط جماعت ہے جسکی فعالیت کا مقابلہ شاید ہی دنیا کی کوئی تنظیم، جماعت اور این جی اوز کرسکے.

ماضی قریب میں تبلیغی جماعت ایک ایسی جماعت تھی جسکا ربط ساری دنیا میں پھیلے مسلمانوں سے تھا اور جسکے ذریعے 24 گھنٹے دینی و روحانی اصلاح کا کام ہوتا تھا تاہم نہ جانے کس کی نظربد لگی کہ یک لخت پوری جماعت انتشار و اختلاف اور آپسمیں بغض و کینہ کا شکار ہے. اور اسکا اثر نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں پایا جارہا ہے. کسی حد تک کام تو ہورہا ہے لیکن ہر جگہ م اور ش کی تفریق پر ہورہا ہے. یہ ایک نہایت تکلیف دہ بات ہے.

بدقسمتی سے اس کام کا مرکز تاسیسی، مرکزنظام الدین ابتک کووڈ19 کی نظر بنا ہوا ہے. اسکے برعکس کووڈ 19 کے حوالے سے آرایس ایس کی ایک بھی شاخ بند ہوئی اور نہ ہی اسکا کوئی تربیتی پروگرام بند ہوا. اسکا ہر پروگرام آج بھی خاموشی سے جاری ہے.

اللہ کرے ہمارے اکابرین کی رات دن کی جدوجہد، محنت اور دعاوءں کے طفیل، وجود میں آئی تبلیغی جماعت پھر سے اتفاق و اتحاد، باہم ایثار اور پیار و محبت والے پرانے اسلوب پر واپس آجائے

ہولی دیوالی پر مبارکبادی دینا؟

بقلم :- مولانا توقیر بدر قاسمی صاحب

ہم کیا ہیں؟ اور ہمارا سرمایہ حیات کیا ہونا چاہیے؟
گزشتہ کل کی بات ہے،راقم کے پاس دیوالی، ہولی، بلکہ یوں کہیے برادران وطن کے تہوار کے موقع سے مسلم برادری اور فرد کی طرف سے مبارکبادی دینے اور نیک خواہشات پیش کرنے کے حوالے سے کئی سوالات آیے، بعض احباب نے ازہر ہند ایشیا دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے لیکر جامعہ ازہر مصر افریقہ کے فتاوی کو بھی پیش کیا ان میں کن کی بات درست ہے؟ ان پر اپنی بات رکھنے کی فرمائش کی!
اسکے علاوہ کچھ ہندو بھائیوں کی طرف سے وائرل میسجیز بھی سامنے آیے اور کچھ تصاویر بعض مسلم فیملی ومشہور درگاہ وصاحب درگاہ کی دکھائی گئیں!اورانکے متعلق استفسار کیا گیا!
ان تمام تر بیانات،واقعات اور ورادت پر راقم کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا اور پھر مطالعے و مشاہدے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا، کہ فتاوی نویسی کا اہم مقصد 'امر بالمعروف عن المنکر' ہوا کرتا ہے،اسی کے ساتھ ساتھ وہ 'دعوت الی اللہ' کا بھی بہترین اور موثر ذریعہ ہے.
چناچہ جہاں ایک طرف ملک عزیز کے اندر بسے کلمہ گو اورانکے پڑوسی برادران وطن ہیں، تو پڑوسیوں کے اقسام واحکام بھی ہماری اسلامی علمیات قرآن وسنت میں مفصل موجود ہے جبکہ دوسری طرف قرآن آیت "**انکم اذاً مثلھم**"سے مستنبط اصول شرع یہ بھی ہے

کہ کسی ناپسندیدہ شی پر خوشی کا اظہار گویا اس کو اپنانا ہے، جبکہ اسی لمحے یہ بھی دھیان رکھنا پڑتا ہے کہ دعوتی و تبلیغی نقطہ نظر سے کسی بھی بندہ خدا سے دوری و مہجوری خشک رویہ اور درشت مزاجی یہ سب قطعاً مناسب نہیں! چہ جائیکہ دعوتی پہلو کے پیش نظر کسی ممکنہ جماعت مدعو پڑوسی کے ساتھ یہ رخ اور رویہ اپنایا جایے.

یہاں یہ خلاصتا عرض کردوں کہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور انکے پیروکار کا نقطہ نظر اصولی طور پر اس سلسلے میں یہ ہے کہ کسی امر منکر پر رضا مندی کا اظہار یہ بسا اوقات اس امر منکر کے قبول کرنے اور اس پر آمادگی کا باعث بن سکتی ہے، چناچہ برادران وطن کے کفر و شرک سے معنون تہوار پر اظہار خوشی کرنا اور مبارکبادی دینا یہ نامناسب ہے، ہاں ہدایت و دعوت کی نیت سے کچھ کلمات خیر پڑوسی، تجارتی ساتھی و برادران وطن سے کہہ سکتے ہیں، جبکہ مصری فاضل ازہر مصر کا کہنا ہے، کہ آپ انہیں 'مبارکبادی' بھی دے سکتے ہیں، بلکہ دینا چاہیے!

البتہ جن ساتھیوں نے اس ضمن میں ازہر کا فتوىٰ پیش کیا ہے، اس میں ایک اہل کتاب کو انکے تہوار و عید میں مبارکبادی دینے کے پیش نظر یہ بات آئی ہے، کہ یہ عیسائی ہمیں مبارکبادی ہمارے عید پر دے سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں دے سکتے؟

انہوں نے شرعی نصوص و عقلی قیاس سبھی سے کام لیا ہے. چناچہ وہ "اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا" سے لیکر یہاں تک کہا کہ انکی عورتیں ہماری بیویاں ہوں اور وہ ہمیں ہماری عید پر مبارکبادی دے اور ہم ان سے انکی عید پر مبارکبادی دینے سے رو گردانی کریں؟ کیا یہ مناسب ہوگا؟ ساتھ ہی ساتھ پڑوس کے ساتھ نصح و خیر خواہی سے متعلق ہدایات نبوی بھی انکے پیش کردہ جواب و فتوی میں جا بجا دیکھی جاسکتی ہیں.

جبکہ وائرل بعض برادرون وطن کے ہندی پوسٹ میں یہ بھی نظر آیا کہ" دیکھو یہ مولوی لوگ تمہارے تہوار کی مٹھائی قبول کرنے سے منع کرتے ہیں اور تم ان سے ایکتا(اتحاد) کی بات کرتے ہو"

پرابلم یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان جب دعوتی پہلو سے اپنا میدان تیار کرتا ہے،تو وہ اپنے مدعو سے مطلوب قربت و انسیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے مدعو کے تقریبات و تہوار میں چند جملے حکیمانہ طور پر کہنا بہتر سمجھتا ہے،اور وہ کہیں نا کہیں اسے حسن اخلاق کے دائرے میں رکھ کر بھی درست دیکھتا اور سمجھتا ہے.

توراقم نے جیسا کہ عرض کیا کہ احباب کے طفیل بہت ساری باتیں سامنے آئیں اور اپنا جو مطالعہ و مشاہدہ رہا، ان سب کے نتیجے میں مندرجہ ذیل باتیں چھن کر دل و دماغ کو اپیل کر سکیں!

بطور یاد داشت اور بغرض نقد و تبصرہ یہاں اہل علم کی خدمت میں وہ پیش کی جاتی ہیں!

الف:ہر مسلمان اپنے آپ میں اول وہ ایک 'داعی و مبلغ' ہے،لہذا اس کی ذمہ داری ہے کہ خلق خدا میں سے بھولے بھٹکے کو راہ راست پر لانے کے لیے اپنی ہر ممکن سعی کرے،وہ جتنا جانتا ہے اسے وہ اپنے پڑوسی اور قریبی کو پہونچایے،کیونکہ نیابت رسول کے پیش نظر 'یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک' سے لیکر ہدایت نبوی 'بلغوا عنی ولو آیہ' تک کا ایک تسلسل ہے، جو ہر کلمہ گو سے اپنی وسعت'لا یکلف اللہ نفسا اِلا وسعھا' کے مطابق بتقاضا دین و شریعت اس ادائیگی ذمہ داری پر مصر ہے.

چناچہ ایک کلمہ گو کو ان سے دعوتی مواقع کے حصول کے مد نظر جو قربت و انسیت مطلوب ہیں،وہ ایسے مواقع سے چند حکیمانہ جملے مثلاً wish, happy اور بدھائی کو مکمل

جملے میں اس طرح ڈھال سکتے ہیں کہ رب کریم اس سے بڑی خوشی(اسلام و ہدایت) بھی لایے، اس تہوار سے بڑی بدھائی (اسلام و ہدایت نصیب)ہو،یعنی ان جیسے خالی از شرک و صافی از رضا بالکفر کہے،تو اسکی اجازت ہونی چاہیے!علماء ربانیین کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیے! کیونکہ "مقدمہ واجب واجب است" کو سبھی مسلم جانتے ہیں!

ب:ایک کلمہ گو اس دعوتی پہلو کو ہی از اول تا آخر پیش نظر رکھے تو بہتر ہے،وہ اس میں کسی قسم کی 'دنیاوی اغراض' کو شامل نہ ہونے دے،کیونکہ معاملہ جب عقیدے اور اس کی نزاکت کا ہو تو ایسے موقع سے کسی کھوٹ اور میل کو برداشت نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی کسی غیرت مند کلمہ گو کی غیرت اسے گوارا کر سکتی ہے.

آیے دن آپ ہم دیکھتے رہتے ہیں کہ اگر کسی جنازے میں کويي نیتا جاکر اپنی پارٹی یا سیاست کی بات کرتا ہے،تو اسے متوفی کے گھرانے سے لیکر سادہ لوح عوام تک گری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس موقع کو "خالص تعزیت" و "بے آمیز تسلی" دیکھنا چاہتے ہیں،جو کہ عین سنت رسول اور شریعت اسلامی کا عنوان ہے.تو سوچیے عقیدہ جیسے نزاکت بھرے حساس میٹر میں کسی آمیزش کو کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے؟

ج:رواداری اور اخلاقی ہمدردی کا اظہار شرک سے پاک جملے و باتوں تک ہی محدود رہنے دے،جوش میں آکر صلح کل کے نام پر مظاہر شرک کو اپنانا یہ اپنے آپ میں سراسر دھوکہ، نفاق اور پر از خطر ہے.

آخر جب آپ شرک اور مظاہر شرک کو ترک کرکے الگ عقیدے و شناخت کے حامل کہلاتے ہیں اور برادران وطن اپنے آپ سے،آپ کو الگ سمجھتے ہیں اور آپ کے عید تہوار پر الگ جان کر ہی آپ کو مبارک بادی دیتے ہیں تو پھر ان شناخت و امتیازات کو

مٹاکر اور انکے مظاہر کو اپنا کر انہیں اور اپنے آپ کو آپ کیوں دھوکہ دے رہے ہیں؟
کیا یہ نفاق اور عقیدے کے لیے پر از خطر نہیں؟ آخر آقا صلی اللہ علیہ و سلم کی ہدایت
"من تشبہ بقوم فھو منہ" میں کس بات کی تہدید و وعید ہے؟
الغرض ہم کون ہیں؟ کیا ہیں؟اور کیوں کر اس دنیا میں آیے ہیں؟ اور ہماری ذات اور
ہمارے ایمان سے کسی بندہ خدا کا کیا کچھ لگا بندھا ہے؟ اس پر ہمیشہ نگاہ رکھنی ہوگی!دین
و شریعت اور سنت و ہدایت کے مطابق ہمارا یہ سفر حیات مکمل ہو،اسکی کوشش ہی ہمارا
سرمایہ حیات ہونا چاہیے!

توقیر بدر القاسمی .
ڈایریکٹر المرکز العلمی للافتا والتحقیق
سوپول بیرول دربھنگہ بہار انڈیا
15/11/2020 -

فتنئہ ارتداد

بقلم :-مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری

یقینا مالک کائنات کا پسندیدہ دین، مذہب اسلام ہے۔ اور خدائے واحد نے اس کی حفاظت و صیانت اور تاقیامت باقی رکھنے کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لی ہے اور اسکی حفاظت کیلئے وہ کسی فرد یا جماعت کا محتاج نہیں۔۔۔۔ اگر کوئی فرد یا جماعت اسلام سے منحرف ہوکر مذہب اسلام کو چھوڑ بیٹھے تو اس سے اسلام کو کوئی گزند یا نقصان پہنچنے والا نہیں۔
خالق ارض و سماء نہ تو کل کسی کے ایمان کا محتاج تھا اور نہ ھی آج آنے والے کل میں بھی وہ ھر کسی کے ایمان و عبادت سے بے نیاز ھے
فتنئہ ارتداد زمانۂ نبوت سے لیکر آج تک کئی بار معرض وجود میں آیا اور ھمیشہ اس فتنہ کی سرکوبی ھوئی آج ایک بار پھر یہ فتنہ پوری آب و تاب کے ساتھ پھن اٹھائے امت کو ڈسنے کی قوت جمع کرچکا ھے اور اس بار یہ فتنہ جس راستہ سے داخل ھونے کی کوشش کررھا ھے وہ انتہائی حساس اور خطرناک ھے
دین شریعت کی آمد سے قبل جہالت کا بول بالا تھا اور اسقدر اندھیر نگری تھی کہ عورتوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا کوئی انکا پرسان حال تک نہ تھا دین اسلام نے انہیں عزت بخشی اور ایک باوقار روپ اور وجود دیا پردہ کے زریعہ انکی ایک نرالی اور منفرد شان پیدا کی پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ ھم ھی میں سے بعض افراد نے جدت پسندی اور آزادئ نسواں کے نام پر عورتوں کو ایک بار پھر جاھلیت کے دور کی طرف ڈھکیل دیا جدت پسندی کے سراب کو ھماری بہنوں نے بھی آب حیات سمجھااور نتیجہ ایں جاں رسید کہ اسلام اور ایمان

سے بھی دور ھونے لگیں

ھمارے بڑوں نے ھر جگہ اور ھر موقعہ پر امت کی رھنمائی کی لیکن چند بے راہرووں نے اپنی نحوست سے امت کا بیڑہ غرق کردیا اور آزادی نسواں کے نام پر عفت و پاکدامنی کے نقاب کو انکے سروں سے نوچ کر اپنی عقلوں کا پردہ بنالیا مخلوط نظام تعلیم نے عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کردیا نظام شریعت کو فرسودہ کہ کر خود تو اسلام کی سلامتی سے دور ھوئے ھی ھمارے گھروں کی عزتوں کو بھی سلامتی سے کوسوں دور کردیا

نگاہ دور رسی رکھنے والے ھمارے بڑوں نے شاید آج کے پیش آنے والے حالات کے مدنظر ھی مغربی نظام تعلیم کی مخالفت کی تھی اگر اسوقت اس پہ قابو پالیا گیا ھوتا تو آج امت کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا

عفت و پاکدامنی اور شرم حیا ایک عورت کیلیئے خوبصورت ترین زیور ھے اور مخلوط نظام تعلیم اس زیور کیلیئے سم قاتل ھے یہ زیور ایک بار ھاتھ سے نکل جائے تو سارے معاوضہ بیکار ھیں دنیا کی کوئی کرنسی عفت و پاکدامنی کا بدل نہیں بن سکتیں

آزادئ نسواں اور مخلوط نظام تعلیم و شخصی آزادی کے نام پر شور مچانے والے ٹھیکیداروں کو آگے آکر پیش آنے والے حالات پر زبان کھولنی چاھئے اور اس بات کو واضح کرنا چاھئے کہ کیا آزادئ نسواں یہی ھے...؟ کیا شخصی آزادی اسی کا نام ھیکہ مسلم بہنیں اسلام و ایمان سے دستبردار ھوکر غیروں کے گلے کا ھار بن جائیں...؟ کیا مخلوط نظام تعلیم کا فروغ اسی لئے چاھتے تھے کہ غیر شادی شدہ مردوعورت live in relation کے نام پر فحاشی اور بے حیائی کو عام کریں....؟

کیااسکول و کالج کے نام پر گھر سے نکلنے والی ھماری بہنوں کا بوائے فرینڈ کے ساتھ ہوٹلوں

اور پارکوں کی زینت بننا ھی جدت پسندی ھے...؟
کیا ھائے ھیلو سے شروع ھوکر دوستی کے راستہ بیڈ روم تک پہونچ جانے کانام آزادئ نسواں ھے...؟
کمال تو یہ ھیکہ امت کیلئے ان جان لیوا راستوں کو کھولنے والے سارا ٹھیکرا علماء اور مدارس کے سر یہ کہ کے پھوڑ رھے ھیں کہ علماء نے کچھ کیا ہی نہیں جبکہ حقیقت یہ ھیکہ علماء و مدارس اس مشن کا کبھی حصہ ھی نہیں رھے وہ تو ھمیشہ عملی اور قولی طور پر اسکی مخالفت کرتے رھے اور انہیں فرسودہ خیالات کا حامل کہ کے درکنار کیا جاتا رھا ھمارے بزرگان دین جہاں ایک طرف مدارس کی باگ ڈور سنبھالے انہیں ترقی کے راستے پر دوڑاتے رھے وھیں دوسری طرف دینی مجلسوں اور جلسوں کا انعقاد کر امت کو تباھی کے راستہ پر جانے سے بچنے کی تلقین کرتے رھے حضرت والا تھانوی نوراللہ مرقدہ نے تو صاف لفظوں میں کہ دیا "کالج سے بہتر فالج ھے" اسلئے کہ فالج میں تو جان جانے کا خطرہ ھے پر یہاں تو ایمان جانے کا خطرہ ھے ھمارے بڑے تو قریہ قریہ شہر شہر جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامات اور انکی سنتوں کو عام کرتے رھے پر افسوس صرف یہی نہیں کہ قوم نے علماء سے بے اعتنائی کی بلکہ انہوں نے مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی تہذیب و نظریات کو بھی اپنے گھروں میں راستہ دے دیا پھر نتیجہ تو وھی آنا تھا جو آکر رھا اس سے پہلے بھی یہ بات لکھی جاچکی ھے کہ مغربی تعلیم کبھی بھی اسلامی نتیجہ نہیں دے سکتی۔
اس سلسلہ میں ایک کوتاھی یقینا ھم سے ھوئی وہ یہ کہ ھم نے مخلوط تعلیم کے مضرات سے لوگوں کو آگاہ تو کیا پر بچیوں کے لئے الگ سے تعلیم کا انتظام نہ کرسکے اب ضرورت اس بات کی آن پڑی ھیکہ طالبات کیلئے ایسی تعلیم گاھوں کو یقینی بنایا جائے جہاں وہ مکمل

اسلامی ماحول میں عصری تعلیم حاصل کرسکیں اسکے لئے خود مسلم تنظیموں ملی قائدین و عمائدین اور اھل ثروت حضرات کو آگے آکر اس اھم ضرورت کی تکمیل کرنی ھوگی نسواں کی دینی درسگاھیں کچھ حد تک دینی تعلیم کو فروغ دینے میں کامیاب رھی ھیں عصری تعلیم کو دینی ماحول اور اسلامی تربیت کے ساتھ ھر قسم کے اختلاط سے پاک رکھتے ھوئے قوم کی بچیوں تک پہونچا دینا امت کی بڑی کامیابی ھوگی

والد محترم حضرت محسن الامت علیہ الرحمہ بچیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ھمیشہ فکر مند رھے اللہ کا شکر ھے وہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ھوچکا ھے سال گزشتہ سے مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم میں بچیوں کی دینی و عصری تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ھوچکا ھے دعاء فرمائیں یہ سلسلہ امت کیلئے مفید اور منتظمین کیلئے آخرت میں ذخیرہ ھو

لیکن یہ مسئلہ ایک دو اسکول اور ایک دو فرد کی کاوشوں سے حل ہونے والا نہیں اسکے لئے بڑے پیمانہ پہ کام کرنے کی ضرورت ہے قوم کے صاحب ثروت اور دانشور طبقہ کو بڑی قربانی دینی ہوگی تبھی اس مسئلہ پے قابو ممکن ہے ساتھ ہی سرپرستان دختران کو اپنی بچیوں کی تربیت پہ خاص دھیان دینا ہوگا ورنہ تو پوری قوم کی عزت سرِدار ہے اللہ تعالی امت مسلمہ کی بہن بیٹیوں کی اس فتنہ سے حفاظت فرمائے اور جملہ مسلمانوں کو عقل سلیم عطاء فرمائے.... آمین

مفتی محمد اجوداللہ پھولپوری .

نائب ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ

بیت العلوم سرائمیر اعظم گڈھ

اہل علم کی بستی مبارک پور اور اطراف کا یادگار سفر

بقلم :- مولانا محمد اکرم خان قاسمی خطیب مسجد عمر بن خطاب احمد نگر شاہ گنج

عرصہ سے مبارک پور و اطراف کی سیر کرنا چاہتا تھا لیکن بسا آرزو کہ خاک شدہ کی طرح یہ خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی؛ اتفاق سے چند روز پہلے مفتی یاسر صاحب مہتمم جامعہ احیاء العلوم مبارک پور اور مولانا ضیاء الحق صاحب (حاجی بابو) خیر آباد نے ہمارے عزیز مفتی عبد اللہ صاحب اعظمی کے ساتھ غریب خانے کو رونق بخشی وقت رخصت دونوں احباب نے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی میں نے وعدہ بھی کرلیا کہ انشاءاللہ جلد آپ کے یہاں حاضری دونگا؛ ایک روز مولانا خالد صاحب ترجمان پاسبان سے کہا کہ مبارک پور جانا آپ بھی چلیں میری گزارش پر مولانا خالد صاحب بھی تیار ہوگئے

6 ستمبر اتوار کی صبح میں اور میرے فرزند قندیل الرحمٰن خان شاہ گنج سے مبارک پور کیلئے نکلے گاڑی قندیل الرحمٰن چلارہے تھے دو بچوں کو پھول پور سے سوار ہونا تھا حافظ زید سلمہ اور حافظ جنید سلمہ یہ دونوں قندیل الرحمٰن کے خالہ زاد بھائی ہیں مولوی اطہر صاحب جھکہاں کے صاحب زادے ہیں۔ پھول پور سے چل کر پہنچے سرائے میر میں کچھ دیر رک کر مینارہ مسجد کے امام حافظ ابو طلحہ صاحب سے ملاقات کی گئی اور ان کی خدمت میں سیب بطور ہدیہ پیش کیا گیا اس کے بعد آگے بڑھے داؤد پور سنجر پور پھریہا ہوتے ہوئے اعظم گڑھ کی طرف روانہ ہوئے ترجمان صاحب کو چک پوسٹ سے سوار ہونا تھا؛ چک پوسٹ ہم لوگ متعین وقت پر پہنچ گئے لیکن ترجمان صاحب کی بس ابھی نہیں آئی

تھی اس لئے سوچا گیا کہ مدرسہ اشاعت العلوم میں رک کر انتظار کرلیا جائے گرمی شباب پر تھی مدرسہ لب سڑک واقع ہے پر شکوہ عمارت دعوت نظارہ دے رہی تھی ہم لوگ گاڑی کھڑی کرکے اشاعت العلوم میں داخل ہوئے مدرسے کے نگراں مولانا ایوب صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی جو ترجمان صاحب کے شناسا ہیں بہت خندہ پیشانی سے ملے چائے وغیرہ سے ہم لوگوں کی ضیافت کی ان سے ہم نے مدرسے کا احوال دریافت کیا پورے مدرسے کی سیر کی عالیشان مسجد کے علاوہ عربی اور حفظ کی درس گاہیں ہیں اوپری منزل پر کتب خانہ زیر تعمیر ہے؛ عربی جہارم تک دیوبند کے نصاب کے مطابق تعلیم ہورہی ہے اس وقت اور مدارس کی طرح اشاعت العلوم بھی بند چل رہا ہے

اللہ سے دعا ہے کہ جلد سے جلد حالات اچھے ہوں تاکہ مدارس میں تعلیم شروع ہو؛ اور وہی دینی فضائیں پھر لوٹ کر آئیں

تقریباً نصف گھنٹے بعد ترجمان صاحب تشریف لائے منزل کی طرف چلنے کی تیاری ہوئی ہماری پہلی منزل شیخوپور تھی یہاں مفتی شرف الدین قاسمی صاحب کا گھر ہے مفتی صاحب دار العلوم دیوبند سے فارغ ہیں اس وقت ممبئ میں کسی مسجد میں امام و خطیب ہیں بڑے ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں؛ ان کی نگارشات اخبارات میں خوب چھپتی ہیں اور شوق سے لوگ پڑھتے ہیں

ایک پر بہار شخصیت کے مالک ہیں مفتی صاحب کی ایک حادثہ میں کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے جس کی وجہ صاحب فراش ہیں شیخوپور میں انکی عیادت کرنی تھی ہم لوگ اعظم شہر ہوتے ہوئے شیخوپو مفتی صاحب کے گھر پہنچے توگیارہ بج چکا تھا مفتی صاحب سے ان کے والد محترم اور انکے چھوٹے بھائی سے ملاقات ہوئی سبھی لوگ بہت خوش ہوئے ایسا

لگ رہا تھا جیسے ان کے بہت قریبی عزیز ان کے گھر آئے ہوں ہم لوگ مفتی صاحب کے کمرے میں بیٹھے ان کے برادران طرح طرح کے اکل شرب کے لوازمات لاتے رہے اور کھلاتے رہے؛ بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں آخر میں مولانا خالد صاحب کو پان پیش کیا گیا اور مجلس برخاست ہوئی

مفتی صاحب کے والد محترم اور انکے بھائی گاڑی تک الوداع کہنے کیلئے آئے مفتی صاحب بیماری کی حالت میں بھی دروازے تک آنا چاہ رہے تھے ہم نے کہا آپ کو تکلیف ہے اس لئے آپ آرام کریں؛ شیخوپور سے ہماری منزل مبارک پور تھی

جہاں مولانا مفتی یاسر صاحب مولانا شاہد صاحب اور دیگر احباب سراپا انتظار تھے

شیخوپور میں ہی لب سڑک جامعہ شیخ الاسلام پر نظر پڑی کار پر سے ہی مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور کا دیدار کرتے ہوئے ہم لوگ آگے بڑھ گئے، اس مدرسے کی مولانا اعجاز صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ نے سالوں آبیاری کی اور اپنے خون و پسینے سے اسکو سینچا ہے

مدرسہ ایک پرشکوہ مسجد اور اور بلند و بالا عمارت پر مشتمل ہے؛ جگہ جگہ پیڑ اور پودے لگائے گئے ہیں جس کی وجہ سے پورا احاطہ گل و گلزار ہے مدرسہ بند ہونے کی وجہ سے ویرانی نظر آئی اللہ سے دعا ہے کہ مدرسہ کی ویرانی دور ہو اور رونق بحال ہو جائے

ہمارے ممدوح حاجی بابو اور مفتی شرف الدین صاحب اسی مدرسہ شیخ الاسلام کے خوشہ چیں ہیں مولانا اعجاز صاحب کے دور میں مدرسہ شیخ الاسلام دور دور تک بہتر تعلیم و تربیت کی وجہ سے مشہور تھا

ہم لوگوں کو بنکٹ سے جین پور ہوتے ہوئے مبارک جانا تھا بلریا گنج روڈ پر بلریا گنج سے کچھ پہلے جیگہاں بازار ہے

بازار کے ایک طرف بندول جیراج پور جیسے اعظم گڑھ کے مشہور و معروف گاؤں ہیں دوسری طرف جین پور ہے؛ قصبہ جین پور گورکھپور اور اعظم گڑھ شاہراہ پر واقع ہے قصبہ جین پور میں بھی ایک بڑی دینی درسگاہ جامع العلوم نام سے تھی لیکن افسوس اب مکتب کی شکل اختیار کرچکا ہے اس کی زیارت کا موقع ہم لوگوں کے پاس نہیں تھا نہ اس کے بارے میں زیادہ معلومات مل سکی اس کے علاوہ ایک بچیوں کا مدرسہ مدرسۃ البنات کے نام سے موجود ہے جین پور کے قریب ہی انجان شہید میں بھی ایک علمی مرکز جامعہ شیخ الہند کے نام قائم ہے؛ جین پور سے ایک راستہ سیدھا مبارک پور کو جاتا ہے بہت اچھا تو نہیں ہاں چلنے کے لائق ہے راستہ تلاش کرنے میں کچھ دشواری ہوئی خیر جلد ہی مل گیا مبارک پور میں داخل ہونے پہلے نگر پالیکا مبارک پور کا خیر مقدم کا بورڈ نظر آتا جس پر اردو اور ہندی زبان میں خیر مقدمی جملے لکھے ہوئے تھے

مبارک پور ایک عالمی شہرت یافتہ قصبہ ہے مبارک پور کو ابھی لوگ قصبہ ہی لکھتے ہیں لیکن یہ اچھا خاصا بڑا شہر ہے ماشااللہ مسلمانوں آبادی زیادہ ہے

یہ ایک تاریخی قصبہ بے شمار اہل علم اس سر زمین سے اٹھے اور پوری دنیا میں چھاگئے مشہور و معروف مورخ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری اسی سر زمین سے ابھرے اور پوری دنیا میں ان کا ڈنکا بج گیا

نہ جانے کتنے علماء صلحاء محدثین اس زرخیز زمین کی پیداوار ہیں

یہاں بریلویوں کی بڑی علمی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ واقع ہے ایک اور بریلوی مدرسہ مصباح العلوم بھی یہیں ہے شیعوں کا مدرسہ باب العلم بھی یہیں پر ہے

کچھ بوہرہ فرقہ کے لوگ بھی یہاں کے باشندے ہیں انکی مسجد دور سے دیکھا گئی منزلہ ہے

مسلک دیوبند کا کافی قدیم ادارہ جامعہ احیاء العلوم بھی یہیں سے علم کی روشنی پوری دنیا میں پھیلا رہا مفتی یاسر صاحب مدظلہ اس وقت اس کے ناظم ہیں

موصوف دل و جاں سے جامعہ کی خدمت میں مشغول ہیں جامعہ سے ایک علمی و فکری سہ ماہی رسالہ مفتی صاحب کی زیر نگرانی نکلتا ہے

احیاء العلوم کی قدیم عمارت قلب شہر میں واقع ہے جس میں اب صرف پرائمری تک کی تعلیم ہوتی

جامعہ کی جدید عمارت جامعہ آباد میں شاندار تعمیرات اور پیڑ پودوں سے مرصع اور مزین ہے

مبارک پور کے لوگ سفید گاجر کا حلوہ بنانے میں بھی کافی مشہور ہیں .یہاں کا سفید گاجر کا حلوہ بہت پسند کیا جا تا ہے موسم سرما میں تقریبا روزآنہ آٹھ کنٹل حلوہ لوگ کھاجاتے ہیں یا کھلا دیتے ہیں اسی لئے خاص طور پر ٹونس ندی کے کنارے سفید گاجروں کی کاشت کی جاتی ہے

باہر ممالک میں رہنے والے بھی بطور تحفہ گا جر کا حلوہ لے جاتے ہیں عرب لوگ بھی اس حلوے پسند کرنے لگے ہیں

مبارک پور میں داخل ہوتے ہی میں نے مفتی یاسر صاحب کو فون کر دیا تھا

مفتی صاحب بائک سے ہم لوگوں کی رہنمائی کیلئے آگئے تھے ہم لوگ مفتی صاحب کی رہنمائی میں مبارک پور کی گلیوں اور کوچوں سے ہوتے ہوئے محلہ پورہ دلہن مولانا شاہد صاحب کے صاف ستھرے مکان پر پہنچے یہاں پر لوگوں سے سلام و مصافحہ ہوا

بیٹھتے ہی دستر خوان سج گیا طرح طرح کے لوازمات مولانا شاہد صاحب اور مفتی صاحب

محبت سے کھلاتے رہے ہر ہر چیز اشارہ سے کھانے کیلئے کہتے رہے؛ ترجمان صاحب شوگر کے عارضہ کی وجہ چائے نہیں پیتے لیکن مبارک پور کی کم شکر والی مٹھائی خوب کھاتے ہیں؛ مبارک پور کے دو بہترین نعت خواں پہلے سے موجود تھے جنھوں نے نعت پاک سناکر دل خوش کر دیا

آخر میں کھانے کیلئے کھچڑا آیا جو یہاں کی خاص ڈش گوشت دال وغیرہ سے بنایا جاتا ہے بہت لذیذ ہوتا ہے

ان سب سے فراغت کے بعد یہ طے ہوا کہ پہلے یہاں کی جامع مسجد کی سیر کرلی جائے...

چلتے چلتے دوستوں کی فرمائش پر میں نے بھی چند اشعار ترنم سے پڑھ کر سنایا جو پیش خدمت ہے

نہیں باقی رہی قصر و محل کی...... آرزو دل میں
جہاں رویا کروں تیرے لئے وہ کنج ویراں دے
شب فرقت ہو لیکن چاندی ہو دشت طیبہ کی
کہیں رابغ سے آگے بستر خار... مغلیلاں دے

شفیق جونپوری مرحوم

کبھی سنتے ہیں عقل و ہوش کی اور کم بھی پیتے ہیں
کبھی ساقی کی نظریں دیکھ کر.... پیہم بھی پیتے ہیں
کہاں کا زہد کیسا اتقاء ....عہد جوانی میں
اگر سمجھو تو آؤ تم بھی چکھو ہم بھی پیتے ہیں

نشور واحدی مرحوم

سوچا گیا نماز ظہر جامع مسجد میں ہی چل کر پڑھی جائے مفتی صاحب ؛ مولانا شاہد صاحب اور مولانا ابواللیث صاحب یہ لوگ آگے آگے بائک سے چل رہے تھے مبارک پور کی تنگ گلیوں سے گرتے ہوئے ہم لوگ چند منٹ میں جامع مسجد کے قریب پہنچ گئے مسجد کے پاس ہی ایک پختہ مزار نظر آیا کسی بزرگ کا مزار ہے لیکن اگر بتی موم بتی یا چادر وغیرہ چڑھانے جیسی خرافات سے محفوظ ہے یہ مفتی یاسر صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے ؛ مسجد کے اطراف میں سیکڑوں دکانیں بنی ہوئی ہیں ایک ہاسپٹل بھی بنا ہوا جس کا کرایا مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جاتا ہے مسجد خاصی بلندی پر ہے عمارت دو منزلہ ہے ایک طرف طہارت خانہ وضو کا بھی معقول انتظام ہے پوری مسجد مسقف ہے دیواریں کافی موٹی ہیں جس کی وجہ سے گرمی بہت کم لگتی ہے

ایک بار بیرون ملک کی کوئی جماعت مسجد میں ٹھری گرمیوں کے ایام تھے لیکن مسجد میں گرمی نہیں لگ رہی تھی جماعت والوں نے سمجھا خفیہ اے سی لگا ہوا

مسجد کے اندرونی حصے میں دیدہ زیب نقش و نگار بنائے گئے ہیں جو بہت خوبصورت لگتے ہیں دیکھنے والا بنانے والوں کی کاریگری پر عش عش کر اٹھتا ہے مسجد کی بنیاد رکھنے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہا اللہ جیسی نامور شخصیات شریک تھیں مسجد تقریباً اسی سال قدیم ہے لیکن بہتر دیکھ بھال کی وجہ سے ابھی باکل نئ لگتی ہے

فی الحال اس مسجد کے نگران اعلیٰ امام و خطیب "پاسبان علم و ادب " کے ممبر مفتی یاسر قاسمی صاحب ناظم مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور ہیں

مفتی صاحب رمضان میں اسی مسجد میں چھبیس سال سے تراویح میں قرآن سناتے ہیں اور

رمضان شریف کے اخیر عشرہ کا اعتکاف بھی اپنے احباب کے ساتھ کرتے ہیں مفتی صاحب کی خوبی یہ ہے کہ ان کے لبوں پر ہمیشہ تبسم رہتا ہے اپنوں کیلئے ریشم ہیں باطل کیلئے تلوار ہیں

اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی عملی تفسیر ہیں؛

طہارت اور وضو سے فراغت کے بعد ہم لوگ مسجد کے اندرونی حصے میں آئے نماز ظہر مولانا شیخ خالد صاحب کی اقتداء میں پڑھی گئی مسجد کا مینار کافی بلند ہے تقریباً تین سو فٹ اونچا ہے اس پر چڑھنے کا مرحلہ باقی تھا مولانا خالد صاحب کھانے پینے میں کھچڑا سے لیکر مٹھائی نمکین پھل فروٹ تک مسلسل ہم لوگوں کا ساتھ دیتے رہے لیکن یہاں ہمت ہار گئے مسجد ہی میں بیٹھے رہے میں مولانا شاہد صاحب مولانا ابواللیث صاحب قاری ظہیر صاحب اور تقریباً دس افراد مینار پر جانے کیلئے بے چین تھے ہم لوگ مینار چڑھتے چڑھتے تھک کر چور ہوگئے گرمی سے پسینہ پسینہ ہوگئے لیکن اللہ کا کرم یہ ہوا کہ

جب تک ہم لوگ اوپر پہنچے تب تک بادل آگیا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں تھیں موسم خوشگوار ہوگیا تھا عجب دلکش منظر تھا خوب لطف ملا مبارک پور خیر آباد ابراہیم پور جامعہ احیاء العلوم قدیم وجدید جامعہ اشرفیہ و مدرسہ مصباح العلوم ہماری نظروں کے سامنے دعوت نظارہ دے رہا تھا تقریباً آدھے گھنٹے تک خوب تفریح رہی اس کے بعد ہم لوگ نیچے آئے

ابھی ہم لوگوں کو کئی جگہ جانا تھا جامعہ آباد جامعہ احیاء العلوم دیکھنے کی خواہش تھی جامعہ اشرفیہ کو بھی دیکھنے کا پروگرام تھا خیر آباد میں مولانا ضیاء الحق صاحب (حاجی بابو) سراپا انتظار تھے لیکن دیر ہوچکی تھی چونکہ ہم لوگوں کے دوپہر کے کھانے کا نظم مولانا ولی

اللہ مجید قاسمی صاحب شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح بلریا گنج کی طرف سے مدرسہ انوار العلوم فتحپور تال نرجا میں تھا مولانا ولی اللہ صاحب کا فون کئی بار آچکا تھا مدرسہ انور العلوم کے کئی اساتذہ نے بھی ہم لوگوں کے انتظار میں ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا اس وقت تین بج چکا تھا اس لئے اب دیر کرنا مناسب نہیں تھا مفتی یاسر صاحب سے معذرت کی ساتھ حاجی بابو سے بھی فون پر کہا کہ آپ کے یہاں انشاء اللہ فتح پور سے واپسی پر حاضری دوں گا اس کے بعد فوری ہم لوگ فتحپور کیلئے روانہ ہوگئے

ہمارا قافلہ فتحپور کی جانب رواں دواں ہے ہم لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ ندوہ سرائے ہوتے ہوئے فتحپور جانا ہے مبارک پور سے نکلتے ہی چار پانچ کیلو میٹر بعد لب سڑک موضع ابراھیم پور پڑتا ہے یہ گاؤں مؤ اور اعظم گڑھ کی سرحد ہے ابراہیم پور اعظم گڑھ کا آخری گاؤں ہے اس کے بعد مؤ ناتھ بھنجن ضلع کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے ابراہیم پور میں مولانا رحمت اللہ صاحب کے ہونہار فرزند مفتی حبیب اللہ صاحب سے ملاقات کی خواہش تھی موصوف سے فیس بک پر نونک جھونک چلتی رہتی ہے لیکن وقت کی کمی مانع رہی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ؛

مجبوراً ہم لوگ آگے بڑھ گئے ؛ تھوڑی دیر بعد

مؤ کا علاقہ شروع ہوگیا

خیر آباد مؤ کا پہلا گاؤں ہے قافلہ آگے بڑھتا ہے لیجئے ندوہ سرائے آگیا میں نے مولانا خالد صاحب سے پوچھا کہ ندوہ سرائے کے لوگ اپنے کو " ندوی " لکھ سکتے ہیں شیخ صاحب نے بڑی فراخ دلی سے اجازت دے دی اور کہا کہ بالکل لکھ سکتے یہاں زیادہ تر مسلم آبادی ہے دو کیلو میٹر راستہ بہت خراب ہے بلکہ یہ سمجھ پانا مشکل ہوگیا کہ سڑک

میں گڈھا ہے یا گڈھے میں سڑک لیکن کیا کرسکتے تھے گاڑی اچھلتی کودتی رہی کسی طرح خراب راستہ کٹ ہی گیا ہموار سڑک آگئی ندوہ سرائے کے بعد راستے میں ایک جگہ بھیڑ نظر آئی مرغ اور بکرے کا گوشت سبزیاں مختلف طرح سامان فروخت ہورہے تھے خریداروں کا ہجوم تھا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ بازار ہر ہفتہ لگتا ہے اس بھیڑ سے کسی طرح نکلے چار بجے ہمارا قافلہ فتح پور پہنچ گیا مدرسہ انوار العلوم آنکھوں کے سامنے تھا؛ دو بڑے آہنی گیٹ نظر آرہے ئے ایک گیٹ پر مسجد النور لکھا ہوا تھا اور دوسرے گیٹ پر مدرسہ انور العلوم لکھا تھا یہی ہمارے قافلے کا آخری پڑاؤ تھا گاڑی سے اتر کر مولانا ولئ اللہ مجید قاسمی صاحب اور دیگر اساتذہ سے سلام و مصافحہ ہو کیا گیا؛

مولانا ولی اللہ قاسمی صاحب

محتاج تعارف نہیں ہیں علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں

معیاری ادیب ہیں کئی کتا بوں کے مصنف ہیں اور بہت سی عربی کتابوں کے مترجم بھی ہیں خوش فکر اور خوش اخلاق ہیں حق گوئی اور دیانت داری کی وجہ سے پورے علاقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں قوت حافظہ بہت اچھا ہے ان سبھی حضرات سے کچھ دیر تک ضروری باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد دسترخوان سجا دیا گیا دسترخوان پر گوشت وغیرہ کے ساتھ ساتھ تال نرجا کی تازہ مچھلی بھی دسترخوان کی زینت بنی ہوئی تھی کھانا ماشااللہ بہت لذیذ تھا میزبان کا خلوص ہر ہر شی سے جھلک رہا تھا کھانے سے فراغت کے بعد نماز عصر مسجد النور میں پڑھی گئی مسجد خاصی بڑی اور ہوا دار ہے صحن کے کنارے پیڑ پودے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے مسجد کی خوبصورتی اور بڑھ گئی ہے نماز کے بعد پورے مدرسے کی زیارت کی گئی مدرسہ دو منزلہ ہے چاروں طرف کمرے بنے

ہوئے ہیں مدرسے میں باورچی خانہ طلبہ کیلئے طعام گاہ صاف پانی کیلئے واٹر فلٹر لگا ہوا ہے ایک بڑے ہال میں کتبخانہ ہے جہاں شیشے کی بڑی بڑی الماریوں میں مختلف قسم کے علوم فنون کی کتابیں سلیقے رکھے ہوئی ہیں ایک طرف عربی زبان میں لکھی ہوئی کتابوں کا ذخیرہ ہے دوسری طرف اردو کی مختلف کتابیں سجی ہوئی ہیں درمیان میں لمبی سی میز لگی ہوئی کنارے کنارے کرسیاں رکھی ہوئی ہیں ہم لوگوں نے کچھ دیر مختلف کتابوں کا معائنہ کیا اس کے بعد وہیں پر چائے نوشی کی گئی اس کے بعد باہر آئے ایک دیوار پر طلباء کا جداری رسالہ بیاد گار قاری ولی اللہ صاحب نورہ اللہ مرقدہ نظر آیا

قاری ولی اللہ صاحب مشہور صوفی بزرگ امام نور مسجد ڈونگری ممبئی فتح پور ان کا آبائی گاؤں ہے ان کے گھرانے کے لوگ اس وقت ممبئی میں قیام پزیر ہیں مدرسہ انوار العلوم قاری ولی اللہ صاحب کے والد مولانا عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ ہے جو علم کا چراغ جسے کبھی قاری صاحب کے والد گرامی نے روشن کیا آج ماشااللہ آفتاب بن کر دور دور تک اپنی روشنی پھیلا رہا ہے۔اور اسوقت مولانا قاری محبوب اللہ صاحب(امام مسجد نور، ڈونگری، ممبئی) اور مولانا محمد سالم ندوی صاحب کے زیراہتمام و انتظام مدرسہ ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

فتحپور کو عالمی شہرت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے خلیفہ مصلح الامت حضرت مولانا وصیٔ اللہ صاحب فتحپوری کی وجہ سے ملی شاہ صاحب کا مولد و مسکن یہیں تھا آپ کی ذات سنت نبوی کا چلتا پھرتا نمونہ تھی آپ کا قلب معرفت الٰہی سے معمور تھا اور سینہ رسول ﷺ کی محبت سے روشن تھا؛ آپ کے علم کی روشنی سے سارے عالم منور ہوا آپ کی وجہ سے فتحپور عاشقان علوم معرفت کا مرجع و مرکز بن گیا نہ جانے کتنے

لوگوں کے دل بدل گئے اور علوم معرفت سے بھر گئے بدعات و خرافات کا جنازہ نکل گیا؛ آپ فتحپور میں تقریباً تیس سال رہے یہاں علم و دانش کی ہوائیں چلتی رہیں۔ گاؤں میں آج بھی شاہ صاحب کی خانقاہ؛ گھر؛ مسجد اور ایک مدرسہ موجود ہے مدرسہ اب بشکل مکتب باقی ہے، ہم لوگوں کو بھی ان باقیات کو دیکھنے کی تمنا تھی اس لئے ہم لوگ مدرسہ کے چند اساتذہ کے ساتھ وہاں گئے۔

خانقاہ اور گھر کی حالت نہایت خستہ ہے بالکل بوسیدہ حالت میں ہے ایک مقدس یادگار کو اس حالت میں دیکھ کر دل بھر گیا منتظمین کو اس پر توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے، ورنہ یہ مقدس یادگار صرف داستانوں میں رہ جائے گی

شاہ صاحب کی یادگاروں کے زیارت کرنے کے بعد ہمارا فتحپور سے واپسی کا سفر شروع ہوا چلتے وقت مولانا ولی اللہ صاحب نے سبھی اہل قافلہ کو اپنی تصنیف کردہ چند کتابیں بطور ہدیہ پیش کیں ہم مولانا کے مشکور ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ انھیں اجر عظیم عطا فرمائے اور کتابوں کو قبولیت عام حاصل ہو

یہاں سے ہماری منزل خیر آباد تھی

جہاں مولانا ضیاء الحق صاحب (حاجی بابو) ہمارے منتظر تھے

ارادہ یہ تھا کہ نماز مغرب خیر آباد میں پڑھنا ہے اسی لئے تیز رفتاری سے نکلے تاکہ وقت پر پہنچ سکیں ہم لوگ تقریباً پون گھنٹے میں خیر آباد پہنچ گئے خیر آباد گورنمنٹ کے کاغذات میں گاؤں ہے ورنہ اس بستی میں قصبے کی تمام خوصیات موجود ہیں؛

یہاں کی مشہور شخصیات میں مولانا محمد سلیمان صاحب شمسی سابق شیخ الحدیث اکل کوا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی دار العلوم دیوبند، مولانا ابو اللیث صاحب خیر آبادی

پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملیشیا ہیں
یہاں کا صرف مین روڈ ہی مجھے کشادہ نظر آیا ورنہ پورے گاؤں میں پتلی اور تنگ گلیاں ہیں
یہاں کے اور مبارک پور کے اکثر باشندے لنگی میں نظر آئے
ایسا لگا ہم انڈیا میں نہیں ملیشیا یا انڈونیشیا میں گھوم رہے ہیں

نہ پوچھو کیسا ہے.......... اپنا مزاج لنگی میں
ہم اپنے گاؤں میں کرتے ہیں راج لنگی میں
کھلی کھلی سی فضا کی طرح....... یہ ہوتی ہے
نہ کوئی چین بٹن ہے........ نہ کاج لنگی میں

نا معلوم شاعر .

ہینڈ لوم کی وجہ سے ہر جگہ کھٹ پٹ کھٹ پٹ کی آواز کانوں میں رس گھولتی رہتی ہیں
رات بھر پورے گاؤں میں چہل پہل رہتی جس کی وجہ سے یہاں چوری ڈکیتی کا خطرہ
بہت کم رہتا ہے لوم میں تانا بانا لگا کر
بنکر اپنے اپنے گھروں کے باہر چبوترے پر بیٹھ جاتے ہیں چائے و کافی کا دور پر دور چلتا
رہتا ہے ادھر ادھر باتیں ہوتی رہتی ہین عجب پر کیف منظر رہتا
ع بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
خیر آباد پہنچے سے پہلے حاجی بابو کو فون کردیا گیا تھا حاجی بابو اور انکے ہونہار فرزند مین روڈ
پر آگئے تھے جسکی وجہ ہم لوگوں کو بہت آسانی ہوگئی ورنہ ہم لوگ حاجی بابو کا گھر تلاش
کرتے کرتے خیر آباد کی گلیوں میں گم ہوسکتے تھے سلام و مصافحہ کے بعد ہم لوگ تنگ
گلیوں سے گزرتے ہوئے حاجی بابو کی خوبصورت رہائش گاہ پر پہنچ گئے

فوراً وضو کیا گیا نماز مغرب ادا کی گئی اس کے بعد چائے وغیرہ کا دور چلا طرح کے لوازمات کے ساتھ خیر آباد کی مشہور مٹھائی " ملائی توس " بھی وافر مقدار میں موجود تھی جس کو ہم لوگوں نے اور شیخ خالد صاحب نے بھی شوق سے کھایا لیکن شوگر کی وجہ سے شیخ صاحب چائے نہیں پی سکے۔ یہاں کے لوگوں میں ایک خاص بات نظر آئی سبھی لوگوں میں مہمان نوازی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے

خیر آباد کے ایک نوجوان عالم مولانا شاہد مغنی صاحب سے حاجی بابو کے گھر ہی پر ملاقات ہوئی موصوف ایک علمی گھرانے کے چشم چراغ ہیں متواضع اور شائستہ طبع ہیں ان سے مل کر خوشی ہوئی۔

حاجی بابو کا پورا گھر کتابوں سے بھرا ہوا

زیادہ تر کتابیں انکے اپنے مکتبہ کے ذریعہ چھپی ہوئی ہیں حاجی بابو نے ہم لوگوں کو مولانا اعجاز صاحب علیہ الرحمۃ کی تقریروں کی کتاب " خطبات اعجاز " اور مولانا شفیق صاحب ' کی اصحاب مصطفیٰ ﷺ " بطور ہدیہ پیش کیں ہم ان کے مشکور ہیں

حاجی بابو محتاج تعارف نہیں ہیں

نام ضیاء الحق ہے عرفیت "حاجی بابو" ہے ان کے والدین کو اللہ غریق رحمت کرے جب حاجی بابو صرف ڈیڑھ سال کے تھے انھیں ساتھ لیکر حج پر گئے تھے تبھی سے حاجی بابو کہے جانے لگے اس وقت پینتالیس سال کے نوجوان ہیں حفظ قرآن اور عربی اول تک کی تعلیم خیر آباد کے قدیم مدرسہ " منبع العلوم" میں حاصل کی جس کے ناظم حاجی بابو کے چچا مولانا حافظ عبد الحی صاحب مفتاحی ہیں جو پچاس سال سے منبع العلوم میں مدرس ہیں اور تقریباً پچیس سال سے ناظم اعلیٰ ہیں۔ آگے کی تعلیم مولانا اعجاز صاحب علیہ الرحمۃ

سے مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور میں حاصل کی مولانا کے شاگر خاص ہیں, 1998 میں دار العلوم دیوبند فارغ ہوئے فراغت کے بعد درس و تدریس سے منسلک ہوگئے ؛ فی الحال مدرسہ تحفیظ القرآن سکٹھی مبارک پور کے صدر المدرسین ہیں ایک سہ ماہی رسالے " رشد و ہدایت " کے مدیر ہیں

بہت سی کتابوں کے مصنف اور مرتب ہیں ملک میں ہونے والے مختلف سیمناروں میں مدعو کئے جاتے ہیں انکی تقریریں ولولہ انگیز ہوتی ہیں وجیہ شکل و صورت متواضع شخصیت کے مالک ہیں

ایسے زندہ دل انسان سے رخصت لینا بہت مشکل تھا لیکن کافی دیر ہوچکی تھی اس لئے مجبوراً اجازت طلب کی گئی اور ہم لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے شیخ خالد صاحب ترجمان پاسبان کو اعظم گڑھ سے بس پکڑنی تھی اس لیے ہم سیدھے اعظم گڑھ بس اڈا آئے آدھے گھنٹے تک بس کا انتظار کرتے رہے لیکن کوئی بس بنارس کی طرف جانے والی نہیں ملی

شیخ صاحب بسہی کے باسی ہیں جو "قریات سبعہ "میں شامل ہے دیو گاؤں سے ڈیڑھ کیلو میٹر دوری پر " بسہی اقبال پور "واقع ہے

بس تو ملی نہیں ہاں ایک فائدہ یہ ہوا کہ یہاں مولانا خالد صاحب کو بس اڈے سے پان کھانے کو مل گیا

اب بس اڈے پر رکنا بے کار تھا لہذا ہمارا کارواں فوراً روانہ ہو گیا تقریباً دس بجے شب میں شیخ خالد صاحب کو حسنہ نیشنل اسکول پر اتار کر ہم لوگ شاہ گنج ، آگئے

کاغذ تمام کلک تمام ہم تمام پر: داستان شوق ابھی نا تمام **ختم شدہ**